احمدی نوجوانوں کیلئے
ماہنامہ
خالد

جنوری 2000ء

ایڈیٹر
سید مبشر احمد ایاز

اس کارواں کے حسن کا ضامن ہے پیشوا
اس قافلے کا خوبرو سالار دیکھنا
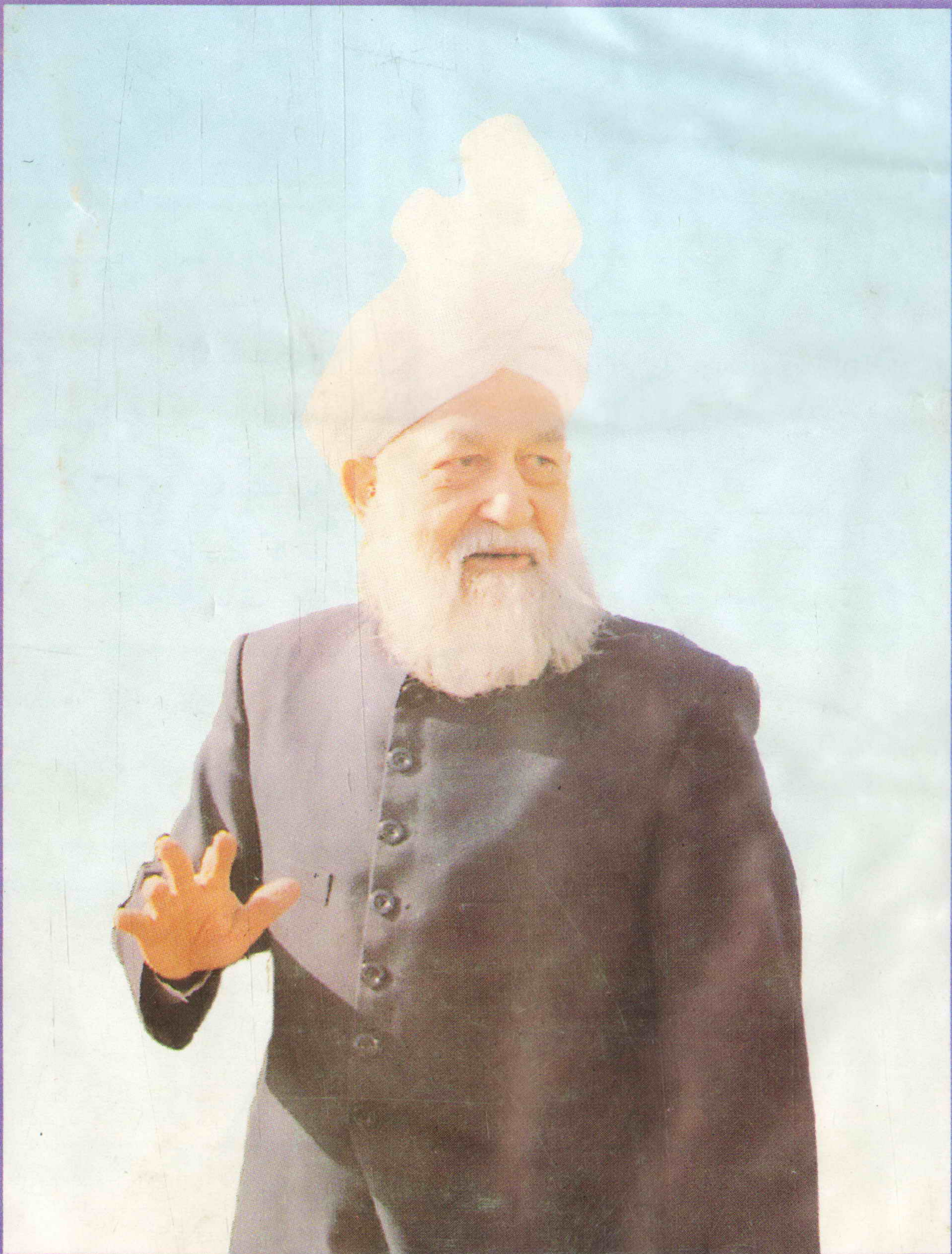
سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

ایک متبرک یادگار

حضرت مسیح موعودؑ کی سو سال پرانی مقدس گھڑی اب بھی چل رہی ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالی نے حضرت مسیح موعودؑ کی اس جیب کی گھڑی کے بارے میں فرمایا :-

یہ گھڑی حضرت مسیح موعود کے وصال کے بعد حضرت اماں جان نے حضرت عبدالعزیز صاحب کو دی تھی۔ اس کی خوبی یہ ہے کہ اس کو آٹھ روز کے بعد چابی دی جاتی ہے۔ اس کی دو دفعہ مرمت کرائی گئی ہے۔ ایک گھڑی ساز نے خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ کی گھڑی مرمت کے لئے اس کے پاس آئی ہے۔ چند دن کے بعد یہی گھڑی مرمت کے لئے لے جائی گئی۔ گھڑی ساز حیران ہوا کہ یہ تو وہی گھڑی ہے جو خواب میں مجھے دکھائی گئی تھی۔

حضور ایدہ اللہ تعالی نے فرمایا اس خاندان کا جماعت پر بڑا احسان ہے کہ اس نے اس گھڑی کی حفاظت کی ہے۔ ایک انگریز کاریگر نے سو سال کے بعد اس کے نئے پرزے بنائے ہیں۔ حضور نے ہاتھ میں لے کر حاضرین جلسہ کو اس کی زیارت کروائی ------

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالی نے محبت اور عقیدت سے اس گھڑی کو بوسہ دیا۔

(اختتامی خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالی جلسہ سالانہ یو کے ۱۹۹۹ء - بحوالہ روزنامہ الفضل ربوہ ۲۳ اگست ۱۹۹۹ء)

سیدنا حضرت مسیح موعودؑ

انت الشیخ المسیح الذی لا یضاع وقتہ

تو وہ بزرگ مسیح (موعود) ہے۔ جس کا وقت ضائع نہیں کیا جائے گا۔

(الہام حضرت مسیح موعودؑ)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ O

13/1/2000

احمدی نوجوانوں کے لئے

ماہنامہ

خالد

صلح 1379 ہش

جنوری 2000ء

جلد 47 شمارہ 3

☆☆☆☆☆☆

مدیر
سید مبشر احمد ایاز

فہرست مضامین

☆☆☆☆☆

سرورق پر شائع ہونے والا شعر
مکرم سید محمود احمد شاہ صاحب کی نظم سے لیا گیا ہے۔

نائبین:۔ فخر الحق شمس ۔ اسد اللہ غالب

قیمت پرچہ: -/7 روپے ☆ سالانہ چندہ: -/70 روپے | رابطہ آفس: دفتر ماہنامہ خالد دار الصدر جنوبی ربوہ

پبلشر: مبارک احمد خالد پرنٹر: قاضی منیر احمد مطبع: ضیاء الاسلام پریس چناب نگر (ربوہ)

اداریہ

نیا سال مبارک ہو

دیکھتے دیکھتے، ایک سال اور گزرا، اب محسوس ہوتا ہے کہ کتنی تیزی اور سرعت سے یہ عرصہ بیت گیا۔ جیسے ایک پل میں سال گزر گیا ہو۔ حالانکہ ایسا تو نہیں ہوا۔ گزرنے والا سال تو ۳۶۵ دن پورے اور مکمل کرکے گزرا۔ اتنی ہی راتیں اور اتنے ہی دن۔ کچھ کم نہ زیادہ۔

اور یہی حال زندگی کا ہے جو اپنا سفر جاری رکھے ہوئے ہے اور جتنی منزلیں اس کی مقرر ہیں وہ پوری ہوں گی، نہ کم نہ زیادہ۔ البتہ دنوں اور مہینوں کا سفر ہمیں متوجہ کرتا ہے، ہمیں جھنجھوڑتا ہے اور کبھی سختی سے۔ اور کبھی نرمی سے ایک بات اور ایک حقیقت کی طرف توجہ دلاتا ہے کہ اس زندگی کا بھی کوئی مقصد ہے۔ کام ہے اور بنیادی کام ہے۔ بہت ہی اہم۔ اور وہ ہے وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون کہ انسان کی پیدائش کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ وہ خدا کی عبادت کرے اور خدا کی عبادت کا مفہوم اگر دو لفظوں میں ادا کیا جائے تو یہ ہے کہ "حقوق اللہ" اور "حقوق العباد" یعنی اللہ کی عبادت کے ساتھ ساتھ مخلوق اور انسانیت کی خدمت میں مشغول رہنا۔

یہی وہ مقصد اور مقصود ہے جس کا احساس کم از کم ہر سال کے گزرنے پر ہونا چاہئے کہ اس گزرنے والے سال میں کیا کچھ حاصل ہوا اور کیا کھویا۔ کیا کمی رہ گئی ہے۔ ان سب باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے اپنا محاسبہ کرنا چاہئے اور حضرت امام جماعت احمدیہ خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اس نصیحت کو سامنے رکھتے ہوئے ہمیں سوچنا چاہئے۔ جائزہ لینا چاہئے کہ:۔

"......سارا سال کون سی ایسی بدیاں تھیں جن سے وہ غافل رہے۔ کون سی ایسی نیکیاں تھیں جنہیں وہ اختیار کرسکتے تھے لیکن نہیں کیا۔ نظام جماعت میں ان کا کیا مقام ہے۔ خدمت کے کون سے مواقع تھے جو انہوں نے ضائع کئے ہیں۔ کس حد تک وہ تحریکات پر عمل کرتے ہیں اور آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کس حد تک ان کا وجود جماعت کے لئے مفید ہے اور غیر کے لئے مفید ہے۔ کس حد تک وہ بنی نوع انسان کو اللہ کی طرف بلانے میں کامیاب رہے ہیں یا اپنی اولاد کو خدا کی طرف متوجہ کرنے میں کامیاب رہے ہیں"۔

پس نئے سال پر فضول، لغو اور بے معنی کھوکھلی رسموں کی بجائے اس محاسبہ کے ساتھ ایک نئے عزم اور ولولے کے ساتھ نئے سال کا آغاز کریں اور حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے درج ذیل ارشاد کو مشعل راہ بناتے ہوئے نئے سفر کا آغاز کریں۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"جہاں تک مومن کا تعلق ہے وہ اپنی خوشیوں کا اظہار نئے سال کے آغاز پر اس طرح کرسکتا ہے اور ان

معنوں میں مبارکباد دے سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے دنیا کے حالات بدلنے کی جو اہم ذمہ داری اس پر ڈال دی ہے اس کے پیش نظر دوسروں کو مخاطب کر کے کہہ سکتا ہے کہ اے میرے بھائیو! بہنو' میرے بیوی بچو' میرے بڑو اور میرے چھوٹو۔ اے میرے مسلمانو اور غیر مسلمو! میں تمہیں مبارکباد دیتا ہوں کہ میں اس نئے عزم کے ساتھ اس نئے سال میں داخل ہو رہا ہوں کہ مجھ سے بھلائی پہلے سے زیادہ قوت اور شدت کے ساتھ پھوٹ کر تم تک پہنچے گی اور میں یہ کوشش کروں گا کہ میرا فیض نسبتاً زیادہ عام ہو۔ اس میں پہلے سے زیادہ قوت ہو۔ میں اپنے فیض کو ہر اس سمت میں آگے بڑھانے کی کوشش کروں گا جس سمت میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض موجیں مارتا ہوا بڑھتا ہے"۔

پس حضور انور کا مندرجہ بالا ارشاد ہی ہمارے لئے اسوہ ہونا چاہئے۔ اسی سے ہمیں نئے سال کا استقبال کرنا ہوگا اور اپنے سفر کا آغاز کرنا ہوگا۔ بڑا ہو یا چھوٹا۔ عمر یا صحت یا وقت کا کوئی بھروسہ نہیں۔ یہ سوچنا بہت بڑی غلطی ہوگی کہ عمر بہت پڑی ہے۔ ایسا ہرگز نہیں۔ قبریں منہ کھولے پڑی ہیں۔ نہ جانے کب' کس کا بلاوا آجائے اور تب اس بلاوے کو کوئی ٹلا نہیں سکتا۔ پس عمر یا وقت کا کوئی بھروسہ نہ کرنا چاہئے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی یہ نصیحت بہت بابرکت ہے اور ہمیں متوجہ کرنے کے لئے کافی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"اب وقت تنگ ہے۔ میں بار بار یہی نصیحت کرتا ہوں کہ کوئی جوان یہ بھروسہ نہ کرے کہ اٹھارہ یا انیس سال عمر ہے اور ابھی بہت وقت باقی ہے۔ تندرست اپنی تندرستی اور صحت پر ناز نہ کرے اور کوئی شخص جو عمدہ حالت رکھتا ہے وہ اپنی وجاہت پر بھروسہ نہ کرے۔ زمانہ انقلاب میں ہے۔ یہ آخری زمانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ صادق اور کاذب کو آزمانا چاہتا ہے۔ اس وقت صدق و صفا کے دکھلانے کا وقت ہے اور آخری موقع دیا گیا ہے۔ یہ وقت پھر ہاتھ نہ آئے گا۔ یہ وقت ہے کہ تمام نبیوں کی پیشگوئیاں یہاں آکر ختم ہو جاتی ہیں...... اس لئے صدق اور خدمت کا یہ آخری موقع ہے جو بنی نوع انسان کو دیا گیا ہے۔ اب اس کے بعد کوئی موقع نہ ہوگا۔ بڑا ہی بدقسمت وہ ہے جو اس موقع کو کھو دے۔ نرا زبان سے بیعت کا اقرار کرنا کچھ چیز نہیں ہے بلکہ کوشش کرو اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگو کہ وہ تمہیں صادق بنا دے۔ اس میں کاہلی اور سستی سے کام نہ لو بلکہ مستعد ہو جاؤ اور اس تعلیم پر جو میں پیش کر چکا ہوں عمل کرنے کے لئے کوشش کرو اور اسی راہ پر چلو جو میں نے پیش کی ہے"۔ (ملفوظات جلد ۳ صفحہ ۵۱۷۔ جدید ایڈیشن)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو ان نصائح پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ ان تمام دعاؤں اور نیک تمناؤں کے ساتھ تمام قارئین کی خدمت میں نیا سال مبارک۔

فضل خدا کا سایہ ہم پر رہے ہمیشہ
ہر دن چڑھے مبارک ہر شب بخیر گزرے

تعارف کتب حضرت مسیح موعودؑ

آریہ دھرم

(شعبہ تعلیم مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان)

ماہ دسمبر 1999ء میں خدام کے مطالعہ کیلئے کتاب آریہ دھرم مقرر کی گئی تھی۔ یہ کتاب روحانی خزائن کی جلد نمبر 10 کی پہلی کتاب ہے جو قریباً 108 صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب 1895ء میں تحریر کی گئی تھی اور اس کی تصنیف کی وجہ یہ بنی تھی کہ قادیان کے آریوں نے حضرت رسول کریم ﷺ کی شان میں بعض نازیبا کلمات پر مبنی اشتہار کی اشاعت کی۔ نیز انہی دنوں آریوں میں نیوگ کی قبیح رسم جاری کرنے کے بارے میں بھی ان کے لیڈروں کی طرف سے زور دیا گیا۔ اس لئے حضرت اقدس علیہ السلام نے اس بارے میں یہ کتاب تحریر فرمائی جس میں نیوگ کی برائیاں اور قباحتیں بیان فرمائیں اور فرمایا کہ ایسی گندی رسموں کی پیروی کرنے والے سب پاکوں کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر الزام لگاتے ہیں۔ آپ نے اس کتاب میں نیوگ پر تفصیلی بحث فرمائی اور مسئلہ طلاق وغیرہ پر آریوں کے اعتراضات کے جوابات دیے۔

نیز آخر پر گورنمنٹ سے یہ درخواست کی کہ مذہبی بحثیں کرنے والوں کو قانون بنا کر پابند کیا جائے تاکہ یونہی ایک دوسرے پر کیچڑ نہ اچھالا جائے اور مذہبی مباحثات تعصب اور نفرت کو ہوا دینے والے نہ بنیں۔"

☆☆☆☆☆

کیا آپ نے جنوری 2000ء کی مقررہ کتاب "ست بچن" کا مطالعہ شروع کر دیا ہے؟

ایک مکتوب

ربوہ ہو کہ ''چن آب نگر'' ہو میرے چن کا

ملک کے معروف احمدی شاعر محترم رشید قیصرانی صاحب گزشتہ دنوں ربوہ تشریف لائے اور واپس جا کر انہوں نے مکرم و محترم سید میر محمود احمد ناصر صاحب کے نام جو خط لکھا اس خط کا اقتباس محترم میر صاحب کی اجازت سے ہدیہ قارئین ہے۔ (مدیر)

''............اس دفعہ میں نے ربوہ میں ایک دو عمارات پر ایک اجنبی سا نام لکھا ہوا دیکھا۔ جس کا مجھے علم تو تھا لیکن تحریری شکل میں پہلی بار اسے دیکھا۔ مجھے عجیب سا لگا۔ پھر یکدم میرے ذہن میں آیا کہ یہ چناب نہیں بلکہ ''چن آب'' ہے۔ جس طرح ''پنج آب'' سے پنجاب بن گیا اسی طرح ''چن آب'' سے چناب بن گیا۔ ربوہ تو صرف اونچی جگہ یہ ٹیلے کو کہتے ہیں لیکن میرے مولیٰ کریم نے دوسروں کی زبانی جو اس شہر وفا کی بلندی کو کم کرنا چاہتے تھے' اسے اور اونچا کر دیا یعنی چاند کی آب و تاب والا شہر۔ چن پنجابی میں چودھویں کے چاند کو بھی کہتے ہیں اور محبوب کے لئے بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے اور ''آب'' پانی کے معنوں میں بھی آتا ہے اور آب و تاب کے معنوں میں بھی یعنی چودھویں کے چاند کی آب و تاب والا شہر۔ یا محبوب کی تابندگی والا شہر (اور چودھویں کے چاند سے چودھویں صدی کا چاند بھی تو ہو سکتا ہے) جس طرح سورج اپنی تیز روشنی کی وجہ سے جہاں جلال کا مظہر ہے وہیں چاند جمالیات کا اور میں سوچتا رہا کہ میرے مولیٰ کی حکمتیں بھی کیا عجیب ہیں کہ ''وہ لوگ' کیا تدبیر کرتے ہیں اور نتیجہ کیا نکلتا ہے۔ یہی سوچتے ہوئے ایک شعر زبان پر آگیا:۔

مرکز ہے بہرحال وہی چاند کرن کا
ربوہ ہو کہ ''چن آب نگر'' ہو میرے چن کا''

بحرِ عرفان

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی مجالس سوال و جواب سے انتخاب

س63- قرآن کریم میں کفار کے متعلق ایک جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر پردے ڈالے ہوئے ہیں کیا اس آیت سے معلوم نہیں ہوتا کہ انسان اپنی سوچ میں آزاد نہیں ہے؟

جواب- ایسی ذیلی آیات ان آیات کا جزو ہیں۔ جو اس ضمن میں بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔ لہٰذا اس مضمون کو پوری طرح سمجھنے کے لئے ہمیں اس آیت کی طرف رجوع کرنا پڑے گا جس میں اصل مضمون بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ مَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ پھر فرمایا لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ یعنی جو ایمان لانا چاہتا ہے وہ ایمان لائے گا اور جو انکار کرنا چاہتا ہے وہ انکار کرے گا۔ نیز یہ کہ دین میں کوئی جبر نہیں مذہب کے متعلق یہ ایک بنیادی اصول ہے جس کو قرآن کریم نے دوسرے مقامات پر بھی بیان کیا ہے۔ آپ نے اپنے سوال میں جس آیت کا ذکر کیا ہے اس کے معنی مندرجہ بالا آیت اور قرآن کریم میں بیان کردہ اسی مضمون کی دوسری آیات کی روشنی میں ہم یوں کریں گے کہ ایسے لوگ جو اپنی اندرونی بیماریوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے پیغام کو سمجھنے اور قبول کرنے کے قابل نہیں رہتے وہ ہرگز ایمان نہیں لائیں گے۔ جب اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے۔ کہ اللہ نے

ان کے دل بند کر دیئے ہیں۔ تو قرآن کریم کے اسلوب بیان کے مطابق اس کا مطلب یہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کے بند ہونے کا اعلان کرتا ہے۔ اور ان کی بیماری کو لاعلاج قرار دیتے ہوئے ان کی بیماری کو ختم کرنے میں ان کی مدد نہیں کرے گا اور ان کے دلوں کی بیماری بالاخر ان کی روحانی موت کا سبب بنے گی۔ اس آیت میں اس حقیقت کا اظہار بھی مقصود ہے کہ وہ لوگ اپنی اس بیماری کے خود ذمہ دار ہیں اور اس مقام پر پہنچ گئے ہیں جہاں پر ان کی اصلاح کی کوئی گنجائش نہیں رہ گئی۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ کہ جب کسی بیماری کو لاعلاج سمجھ کر چھوڑ دیا جائے تو بیماری بڑھ کر ہلاکت کا موجب ہوتی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ جب تک اللہ تعالیٰ کا فضل انسان کے شامل حال ہو کر اس کی مدد نہ کرے انسان کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ حتی کہ اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر انسان اپنی کوشش کا بدلہ بھی نہیں پا سکتا۔ انسان کے محنت کرنے اور اس کا بدلہ پانے کے درمیان سینکڑوں مقام ایسے آتے ہیں۔ کہ اگر کسی ایک بھی مقام پر اللہ تعالیٰ کی مدد کام کرنا چھوڑ دے تو اس کی محنت کا پھل ضائع ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم کی ایک سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے اسی موضوع پر بحث کی ہے۔ کہ تم آگ جلاتے ہو اور سمجھتے ہو کہ تم آگ جلا رہے ہو۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق آکسیجن اور اسی طرح کے کئی اور اسباب انسان کی مدد کر رہے ہوتے ہیں۔ اسی طرح تم بیج بوتے ہو اور سمجھتے ہو کہ جو فصل پیدا ہوئی وہ تمہاری محنت کی وجہ سے ہوئی۔ ہرگز نہیں۔ صرف اللہ تعالیٰ کی مدد ہی تمہارے اس فصل کو آخر تک پہنچاتی ہے۔ وہی ہے جو نگرانی کرتا ہے کہ تمہاری فصل ضائع نہ ہو۔ جب تم زمین میں ایک بیج ڈالتے ہو اور وہ کئی گنا بڑھ کر تمہیں ملتا ہے۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور نگرانی سے ہی ہوتا ہے اگر تم یہی بیج غلط وقت' غلط آب و ہوا اور غلط زمین میں ڈالو۔ تو تب بھی یہ ضائع ہو جائے گا۔ پس یہ تو انسان کے غلط قدم کا نتیجہ ہوا۔ لیکن اس کو موافق حالات اور زمین میں ڈالنے کے بعد بھی ہزاروں ایسے اسباب ممکن ہو سکتے ہیں جن کی وجہ سے بیج ضائع ہو جائے۔ مثلاً

بارش ہی نہ ہو۔ یا بارش غلط وقت پر ہو یا وہ اسباب کام نہ کریں جو اس کو بیماری سے بچاتے ہیں۔ تو وہ فصل تباہ ہو جائے گی۔ اگر ہم اس عمل کا گہری نظر سے مطالعہ کریں تو ہم پر یہ واضح ہو جائے گا کہ یہ کارخانہ حیات ہمارے کنٹرول سے باہر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بے شمار ایسے عناصر ہیں۔ جو تعمیری رنگ میں ہماری مدد کر رہے ہیں اور اسی طرح ایسے بے شمار تخریبی عناصر ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے تخریب سے باز رہتے ہیں۔ ہم اپنے اندھے پن کی وجہ سے سمجھتے ہیں کہ سب کچھ ہم کر رہے ہیں حالانکہ اگر اللہ تعالیٰ اپنی مدد بند کر دے تو ہمیں اپنی محنت کا پھل کبھی نہ مل سکے ایک دفعہ حضرت خلیفہ ثالثؒ نے اور میں نے Combind Harvest منگوائے۔ جس وقت ہماری مشینیں پہنچیں اس وقت ہماری نہایت اعلیٰ فصل پک کر تیار کھڑی تھی۔ جس دن اس مشین نے کام کرنا تھا اس دن حضرت خلیفہ ثالثؒ نے مجھے بھی بلوایا تا کہ میں بھی اس کو کام کرتے دیکھ سکوں۔ ہمارے وہاں کھڑے کھڑے اچانک بادل نمودار ہوئے۔ اور ایک دم اتنے بڑے بڑے اولے پڑنے شروع ہوئے کہ میں نے اپنی زندگی میں اتنے بڑے اولے نہیں دیکھے۔ ان میں سے ایک کو لے جا کر میں نے تولا تو وہ آدھ پونڈ تھا۔ ان اولوں کے گرنے سے اس فصل کا کچھ بھی باقی نہ بچا جس کو کاٹنے کے لئے ہم تیار ہو رہے تھے۔ حضرت خلیفہ ثالثؒ اس سے اتنے متاثر ہوئے کہ انہوں نے اس پر خطبہ دیا۔ ہم سب اللہ تعالیٰ کے فضل پر بہت خوش ہوئے کیونکہ ہمیں اچھی طرح معلوم تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یاد دہانی ہے کہ اگر سیکنڈ کے کچھ حصے کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال نہ ہو تو انسان اپنی محنت کے پھل سے محروم ہو جاتا ہے۔ پس جس کو ہم اپنی محنت کا بدلہ تصور کرتے ہیں اس کی کامیابی کے لئے اللہ تعالیٰ کے بے شمار عناصر اس کے حکم سے کام کر رہے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتے اس کائنات کو نہایت کامیابی سے چلانے میں ہمہ تن مصروف ہوتے ہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ یہ کہنے میں حق بجانب ہے کہ فلاں کام بھی اس نے کیا اور فلاں بھی اس نے کیا باوجود اس کے کہ

اس میں ہمارا دخل بھی ہوتا ہے۔

س64۔ کیا دم دار ستارے اور شہاب ثاقب کے ٹوٹنے کا آسمانی تباہی یا آسمانی برکات سے کوئی تعلق ہے؟

جواب۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات میں جس ددار ستارے کا ذکر ملتا ہے وہ ایک خاص نشان تھا جس کا علم آپ کو قبل از وقت دیا گیا تھا۔ یہ ددار ستارہ ایک مقررہ وقت میں اپنے معمول سے زیادہ نظر آنے والا تھا اور اس کا تعلق خاص واقعات سے تھا جو آپ کی صداقت کے نشانات پر مبنی تھے۔ اس لئے آپ اس ستارے کو خاص طور پر ان دنوں میں تلاش کرتے تھے اور اس کے متعلق آپ نے تحریر بھی فرمایا ہے ورنہ عام طور پر ستاروں کا انسانی پیدائش یا موت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں جب تک کہ اس کے متعلق کوئی واضح پیشگوئی نہ ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ستاروں کے دنیا کے حالات پر اثر انداز ہونے کے نظریہ کو رد فرمایا ہے۔

خدام توجہ فرمائیں..................!

اگر آپ مضمون نویسی کا شوق رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو تحریر کا ملکہ عطا کیا ہے تو مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان آپ کو یہ موقع فراہم کرتی ہے کہ آپ دورانِ سال مضمون نویسی کے چار مقابلوں میں حصہ لے سکتے ہیں۔ ہر سہ ماہی کے لئے مقرر کردہ عناوین کی فہرست ذیل میں درج کی جارہی ہے۔ ان کے مطابق مضامین لکھیں اور سندات اور انعامات بھی حاصل کریں۔

سہ ماہی اول :	"تربیت نومبائعین طریق اور فوائد"	آخری تاریخ 15 جنوری 2000ء
سہ ماہی دوم :	"بیوت الذکر کے آداب اور برکات"	آخری تاریخ 15 اپریل 2000ء
سہ ماہی سوم :	"یتامی کی خبر گیری"	آخری تاریخ 15 جولائی 2000ء
سہ ماہی چہارم :	"بدرسومات کے خلاف جہاد"	آخری تاریخ 15 اکتوبر 2000ء

ضروری اعلان بابت "مشعلِ راہ"

حضرت مصلح موعود نے جب خدام الاحمدیہ کی تنظیم قائم کی تو اس وقت آپ نے اس تنظیم کے نوجوانوں کو مخاطب کر کے چند خطبات ارشاد فرمائے جن میں آپ نے خدام الاحمدیہ تنظیم کے قیام کی غرض و غایت بیان فرمائی۔ یہ کتاب انہی خطبات اور اس کے علاوہ حضرت مصلح موعود کی ان تقاریر اور نصائح پر مشتمل ہے جن میں آپ نے گاہے بگاہے خدام اور اطفال کو ان کے کام سے آگاہ کیا ان کی ضرورت اور عظمت بیان کی۔ یہ کتاب نہایت مفید اور اپنی ذات میں منفرد کتاب ہے ہر خادم کے لئے ضروری ہے کہ اس کا مطالعہ کرے اور ہر احمدی گھر میں اس کا ہونا ضروری ہے اگر یہ مشکل ہو تو کم از کم ہر مجلس میں ایک "مشعلِ راہ" کتاب ضرور موجود ہو۔ اور ہر قائد مجلس یا زعیم مجلس اپنی مجلس کے ہر خادم کو اس کا مطالعہ کروائے۔

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے پہلی دفعہ اس کو 1970ء میں شائع کیا اور اب مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان بہترین کمپوزنگ اور مزید اضافہ جات کے ساتھ اس کو دوبارہ شائع کر رہی ہے تمام خدام سے درخواست ہے کہ اس کا ضرور مطالعہ کریں۔ عنقریب یہ کتاب شائع ہو جائے گی۔ کیونکہ یہ کتاب ایک محدود تعداد میں چھپ رہی ہے اس لئے جو احباب قائدین' زعماء وغیرہ اس کو خریدنا چاہیں تو فوری طور پر دفتر اشاعت۔ ایوان محمود ربوہ سے رابطہ کریں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

حضرت خالد بن ولیدؓ

(مکرم فرید احمد نوید صاحب)

ایک مخالفانہ آغاز بسا اوقات ایک دوستانہ انجام تک پہنچا دیتا ہے۔ خون کے پیاسے دشمن جانیں فدا کرنے والے دوست بن جاتے ہیں۔ انبیاء کی زندگیوں میں ایسے واقعات کثرت کے ساتھ ملتے ہیں اور ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی زندگی تو ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ بھی ایسی ہی ایک داستان کا حصہ ہیں۔ جو تیر و تلوار کی لڑائی سے شروع ہوئی اور بالآخر محبتوں کی مثال بن گئی۔

سفیر کا قتل: حارث بن عمیرؓ کی شہادت ایک بہت بڑا واقعہ تھا۔ تمام اقوام میں اس بات کو اخلاقی پستی کی انتہا سمجھا جاتا ہے کہ کسی قاصد یا سفیر کو قتل کر دیا جائے۔ باوجود ہزار دشمنی کے حکومت اس بات کی پابند ہوتی ہے کہ قاصدوں اور سفیروں کی جان و مال کی حفاظت کرے۔ لیکن حاکم موتہ شرجیل نے اس ضابطہ اخلاق کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دیں تھیں۔ اور مسلمان قاصد حضرت حارث بن عمیرؓ کو بڑی بے رحمی کے ساتھ شہید کر دیا تھا۔ آپ کا قصور صرف اتنا تھا کہ آپ آنحضور ﷺ کا ایک تبلیغی خط لے کر حاکم بصری کی طرف جا رہے تھے۔ جس میں اسے اسلام کی دعوت دی گئی تھی۔ لیکن ابھی آپ راستے میں ہی تھے کہ موتہ کے حاکم شرجیل کو اس کی خبر ہو گئی اور اس نے قیصر روم کی پشت پناہی کے گھمنڈ میں آپ کو روک کر شہید کر دیا۔

یہ ایک بہت بڑا واقعہ تھا جس پر حاکم موتہ کو تنبیہہ لازم تھی ورنہ مستقبل میں یہ خطرہ بڑھ سکتا تھا کہ سفارتوں کا احترام ختم ہو جائے اور قاصدوں کو ظلم اور زیادتی کا نشانہ بنا لیا جائے۔ چنانچہ آنحضور ﷺ نے شرجیل کو سبق سکھانے کے لئے اپنے تین ہزار جانثاروں کا ایک لشکر تیار کیا اور حضرت زید بن حارثؓ کی سرکردگی میں موتہ کی طرف روانہ فرمایا۔ آپ نے لشکر کو ہدایات دیں اور فرمایا کہ اگر زید بن حارث شہید ہو جائیں تو جعفر بن ابو طالبؓ سپہ سالار ہونگے۔ اور اگر جعفرؓ بھی خدا کی راہ میں لڑتے ہوئے شہادت کا جام نوش کریں تو ان کے بعد مسلمانوں کے سالار عبداللہ بن رواحہ ہونگے۔ اور اگر یہ بھی شہید ہو گئے تو مسلمان اپنی مرضی سے جسے چاہے سالار مقرر کر لیں اور اس کی سرکردگی میں خدا کی راہ میں جہاد کریں۔ یہ سن ۸ ہجری کا واقعہ ہے۔

لشکر کی روانگی: رسول اکرم ﷺ کے قاصد حضرت حارث بن عمیرؓ کی شہادت اور سفارتوں کی عظمت کے قیام کے بلند و بالا مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے یہ چھوٹا سا لشکر روانہ ہوا۔ شہید قاصد کے بیٹے حضرت زید بن حارث اس کے لشکر کے سالار تھے اور یہ جماعت بڑی تیزی کے ساتھ سفر کرتی ہوئی تھوڑے ہی دنوں میں شرجیل حاکم موتہ کے علاقے میں پہنچ گئی۔ مسلمان سپاہ کی آمد کی اطلاع شرجیل کو بھی مل چکی تھی اور اس نے ایک بہت بڑا لشکر مقابلے کیلئے اکٹھا کر لیا تھا جس کی تعداد ایک لاکھ کے لگ بھگ تھی۔ مسلمانوں نے موتہ نامی مقام پر ڈیرے ڈالے جب کہ دشمن کا لشکر موتہ سے

چند میل کے فاصلے پر "مشارف" میں موجود تھا۔

جنگ مسلمانوں کے پڑاؤ کے قریب موتہ کے میدان میں لڑی گئی جس میں ان دلیر مجاہدوں نے دشمن کی کثرت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے بڑی بہادری کے ساتھ مقابلہ کیا۔ زید بن حارث جو مسلمانوں کے سالار تھے لشکر اسلامی کی قیادت کر رہے تھے۔ آپ بے جگری کے ساتھ اپنے سے کئی گنا بڑی فوج کے مقابل پر ڈٹے رہے اور یونہی جرات و بہادری کے جوہر دکھاتے ہوئے زخموں سے چور ہو کر آپ نے شہادت کا جام نوش کیا۔

آپ کی شہادت کے بعد حضرت جعفر بن ابی طالب نے لشکر کی قیادت سنبھالی اور نئے جوش اور ولولے سے دشمن کا مقابلہ کرنے لگے۔ زخم پر زخم کھاتے ہوئے دشمن کے کئی سپاہیوں کو جہنم واصل کرنے کے بعد بالآخر آپ بھی شہید ہو گئے۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر صرف 33 سال تھی۔

عبداللہ بن رواحہ: حضرت جعفرؓ کی شہادت کے بعد آنحضور ﷺ کی مقرر کردہ ترتیب کے مطابق حضرت عبداللہ بن رواحہ نے مسلمانوں کی کمان سنبھالی۔ آپ بھی بہت بہادری سے لڑے لیکن دشمنوں کی تعداد اس قدر زیادہ تھی کہ باوجود تمام تر کوششوں کے اسے پیچھے دھکیلنا بہت مشکل تھا۔

مسلمان مجاہد دشمن کی صفوں کی صفیں پلٹ دیتے تھے تب بھی ان کی جگہ نئے لوگ آ جاتے تھے۔ جب کہ مسلمان محدود تعداد میں تھے اور اپنے علاقے سے دور ہونے کی وجہ سے یہ امید بھی نہ تھی کہ کوئی کمک یا امداد پہنچ سکتی ہے۔ دشمن ایک تو تعداد میں زیادہ تھا اور دوسرے اپنے علاقے میں ہونے کی وجہ سے ان کے حوصلے بلند تھے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ کی قیادت میں بھی لشکر اسلامی اس لشکر جرار کے مقابل پر جما رہا اور مقابلہ کرتا رہا لیکن بالآخر آپ بھی لڑتے لڑتے شہید ہو گئے جس کے بعد بظاہر صورت حال مسلمانوں کے خلاف ہو چکی تھی اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ اب دشمن کا عظیم لشکر اس چھوٹی سی جمعیت کو پیس ڈالے گا۔

اللہ کی تلوار: مدینہ میں آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ کشفی رنگ میں میدان جنگ کے واقعات کی آگاہی دے رہا تھا اور آپ گاہے بگاہے مسلمانوں کو بھی جنگ کی صورت حال سے آگاہ کر رہے تھے۔ جب حضرت عبداللہ بن رواحہ بھی شہید ہو گئے تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اب لشکر اسلامیہ کی قیادت "اللہ کی ایک تلوار" نے اپنے ہاتھ میں لے لی ہے۔ اور اللہ کی تلوار یعنی "سیف اللہ" حضرت خالدؓ بن ولید تھے جنہیں مسلمان مجاہدوں نے عبداللہ بن رواحہ کے بعد اپنا سالار منتخب کیا تھا۔

حضرت خالد بن ولید نے موقع کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے بڑی حکمت عملی کے ساتھ لشکر کو ایک مرتبہ پھر منظم کیا اور دفاعی انداز میں پیچھے ہٹتے ہوئے اپنے ساتھیوں کو دشمن کے نرغے سے نکال لیا۔ یہ ایک بہت بڑی کامیابی تھی کہ محض چند ہزار سپاہی ایک لاکھ سے زیادہ سپاہیوں سے ٹکرا کر ان کا اچھا خاصا نقصان کر کے خیریت سے ان کے نرغے سے نکلنے میں کامیاب ہو چکے تھے۔ اور سب سے بڑا اعزاز تو اس سپاہی کے لئے تھا جو ابھی کچھ عرصہ قبل ہی مسلمان ہوا تھا۔ وہ نہ صرف اس جنگ میں مسلمانوں کا ایک عظیم جرنیل بن کر ابھرا بلکہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اسے "سیف اللہ" یعنی

اللہ کی تلوار کا لقب بھی مل گیا۔ مبارک تھے حضرت خالد بن ولید جنہیں اللہ تعالیٰ نے قبول اسلام کے محض دو ماہ بعد ہی ایک بیش قیمت منصب سے نواز دیا۔

ابتدائی حالات اور تعارف: حضرت خالد بن ولید قریش کے ایک ممتاز قبیلے بنو مخزوم سے تعلق رکھتے تھے جو عزت اور عظمت میں تمام علاقے میں معروف تھا۔ آپ کے والد کا نام عبد شمس ولید بن مغیرہ تھا جو مکہ کے ایک انتہائی امیر و کبیر اور طاقتور آدمی تھے۔ عقل و فہم اور خطابت میں بھی ان کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی جس کی وجہ سے تمام قریش میں انہیں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ ابتداء میں انہوں نے اسلام کی زیادہ مخالفت نہیں کی بلکہ ایک موقعہ پر تو قرآن کریم کی آیات سن کر ان کی بہت تعریف بھی کی لیکن بعد میں خاندانی وجاہت اور معاشرتی دباؤ کی وجہ سے اسلام کی مخالفت میں کمربستہ ہوگئے۔ اور آنحضرت ﷺ کی مدینہ ہجرت کے قریباً تین ماہ بعد حادثاتی طور پر ایک تیر پاؤں میں لگنے سے سخت زخمی ہو گئے اور چند دنوں کے بعد 95 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔

ایک مال دار گھرانے میں جنم لینے کی وجہ سے حضرت خالد بن ولید کی ابتدائی زندگی بہت آرام اور سکون میں گزری۔ آپ کو مالی لحاظ سے آسودگی حاصل تھی اس لئے آپ کو پیسہ کمانے کے تردد نہیں کرنے پڑے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ نے اپنے وقت کو بے کار ضائع کرنے کی بجائے فنون سپہ گری میں کمال حاصل کرنے میں صرف کرنا شروع کر دیا۔ اور بالآخر گھوڑ سواری اور تیر و تلوار کے میدان میں ایک عظیم نام بن گئے۔ آپ حضرت عمرؓ کے ہم عمر تھے اور رسول اکرم ﷺ سے قریباً تیرہ سال چھوٹے تھے۔

اسلام کی مخالفت اور جنگ احد: مکہ کے دیگر بڑے بڑے خاندانوں کی طرح آپ کے خاندان میں بھی اسلام کی مخالفت اپنے عروج پر تھی۔ چنانچہ ابتداء سے ہی آپ اسلام کے خلاف پوری جانفشانی سے کوشش کرنے لگے۔ اور سن ۳ ھ میں غزوہ احد کے موقعہ پر آپ کو کسی حد تک اس کا موقعہ بھی مل گیا۔

ہوا یوں کہ سن ۲ ہجری میں ہونے والی جنگ بدر میں کفار مکہ کو جو ذلت آمیز شکست نصیب ہوئی تھی اس نے ان کے دلوں میں ایک آگ لگادی تھی۔ وہ اس بات پر حیران تھے کہ محض تین سو تیرہ مسلمانوں نے ان کے ایک ہزار کے لشکر کو بری طرح کچل کر رکھ دیا ہے۔ اور ان کے بڑے بڑے سردار قتل کر دیئے گئے ہیں۔ یہ ذلت ایسی تھی کہ جو کفار کو کسی طور چین نہ لینے دے رہی تھی چنانچہ جنگ بدر کے اگلے سال سن ۳ ہجری میں انہوں نے ایک مرتبہ پھر مدینہ پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا۔ تین ہزار نامور سپاہی ابوسفیان کی قیادت میں مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اور مدینہ کے شمال میں ۳ میل کے فاصلے پر واقع پہاڑ احد کے دامن میں پڑاؤ ڈال لیا۔ آنحضرت ﷺ کو جب اس لشکر کی آمد کی خبر ہوئی تو آپ ایک ہزار صحابہ کے ساتھ ان کے مقابلے کیلئے نکلے اور میدان احد میں پہنچ گئے۔ حضور نے اپنے صحابہ کو اس طرح ترتیب دیا کہ ان کے عقب میں "احد" کا پہاڑ تھا جس کی وجہ سے دشمن کیلئے پیچھے سے حملہ کرنا ممکن نہ تھا۔ تاہم اس پہاڑی میں ایک جگہ ایسی بھی تھی جہاں ایک درہ تھا اور یہ ممکن تھا کہ دشمن اس درے کے راستے سے مسلمانوں پر حملہ کر دے چنانچہ حضور اکرم

ﷺ نے کمال فراست کے ساتھ پچاس تیر اندازوں کو اس درے کی حفاظت پر مقرر کیا اور انہیں سختی کے ساتھ یہ تاکید کی کہ خواہ کچھ بھی ہو جائے تم اس درے کو نہیں چھوڑو گے۔ جنگ شروع ہوئی تو ابتداء سے ہی مسلمانوں کا پلہ بھاری رہا۔ بے جگری کے ساتھ لڑتے ہوئے صحابہ نے اپنے سے تین گنا بڑے لشکر کو پسپائی پر مجبور کر دیا اور کفار نے جانیں بچانے کیلئے میدان جنگ سے بھاگنا شروع کر دیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر درے پر متعین تیر اندازوں نے یہ سمجھا کہ فتح ہو چکی ہے اور اب درے پر موجود رہنا ضروری نہیں ہے اس لئے ان میں سے چند ایک کے سوا اکثر درہ چھوڑ کر نیچے موجود مسلمانوں کی طرف بھاگے تاکہ فتح کی خوشیوں میں ان کے ساتھ شریک ہو سکیں۔ خالد بن ولید جو ایک دستے کی قیادت کر رہے تھے انہوں نے جب مسلمانوں کے عقب میں اس درے کو خالی دیکھا تو چکر لگا کر اس درے کی طرف سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا اور مسلمان جو فتح کی خوشی منا رہے تھے اس اچانک حملے کے نتیجے میں بوکھلا گئے اور ان کے قدم اکھڑ گئے۔ بہت سا جانی نقصان بھی ہوا اور آنحضرت ﷺ کو بھی زخم پہنچے۔ یوں اس جنگ میں فتح کے باوجود بہت تکلیف پہنچی۔ اور اس میں تیر اندازوں کی غلطی کے ساتھ ساتھ خالد بن ولید کی جنگی بصیرت کا بھی دخل تھا۔

دل بدل گیا: جنگ احد کے بعد بھی لمبا عرصہ حضرت خالد بن ولید مسلمان نہ ہوئے لیکن اسلام کی پے در پے فتوحات ان کے دل کو متغیر کرنے لگی تھیں اور پھر بالآخر سن ۷ ہجری یا ۸ ہجری میں آپ نے اسلام قبول کر لیا۔ آپ خود اپنے بارے میں فرماتے ہیں کہ:۔

"جب خدا تعالیٰ نے مجھ پر اپنا فضل نازل کرنا چاہا تو اس نے میرے دل میں اسلام کی محبت پیدا کر دی اور مجھے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت عطا فرمائی۔ میں اکثر سوچا کرتا تھا کہ میں محمد کے خلاف ہر جنگ میں لڑا لیکن ہمیشہ ہی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا اور ہم کسی طرح بھی اسلام کی شان و شوکت مٹانے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ آہستہ آہستہ میرے دل میں یہ خیال پیدا ہونے لگا کہ میں ایک غلط راستے پر کھڑا ہوں۔ کوئی غیبی طاقت تھی جو بڑی قوت کے ساتھ میرے دل میں آنحضرت ﷺ کیلئے جگہ پیدا کر رہی تھی۔......... میرے بھائی ولید نے جو مسلمان ہو چکے تھے (ایک موقعہ پر) مجھے یہ خط لکھا کہ خالد مجھے تعجب ہے کہ تم اسلام سے اس قدر متنفر کیوں ہو۔ حالانکہ جس عقل و دانش کے تم مالک ہو وہ کبھی بھی اسلام کے نور سے بے بہرہ نہیں رہ سکتی۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے تمہارے بارے میں دریافت بھی فرمایا تھا کہ خالد کہاں ہے؟ میں نے حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ خالد کو اللہ ہی لائے تو لائے۔ اس پر حضور نے فرمایا کہ خالد جیسا شخص کبھی بھی اسلام کی حقیقت سے ناواقف نہیں رہ سکتا...... اے میرے بھائی! گمراہی میں بہت دن گزر چکے اب حقیقت کو پہچان لو اور سیدھے راستے پر آجاؤ۔"

بھائی کا یہ خط پڑھ کر میرے دل پر پڑے ہوئے تاریک پردے پھٹ گئے اور مجھے اسلام کی طرف مزید رغبت پیدا ہو گئی۔ سب سے زیادہ خوشی مجھے اس گفتگو سے ہوئی جو رسول اللہ ﷺ نے میرے بارے میں میرے بھائی سے کی تھی۔ آخر خوب سوچ بچار کے بعد میں نے مکہ سے نکل کر رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہونے کا پختہ ارادہ کر لیا۔" (طبقات ابن سعد جلد ۴)

ایک خواب: آپ مزید فرماتے ہیں کہ انہی دنوں میں نے ایک خواب بھی دیکھا کہ میں ایک ویران، چٹیل اور تنگ جگہ میں ہوں لیکن خدا تعالیٰ نے میری راہنمائی فرمائی اور میں وہاں سے نکل کر ایک فراخ اور سرسبز و شاداب میدان میں آگیا۔

عزم صمیم اور قبول اسلام: حضرت خالدؓ کہتے ہیں جب میں نے مکہ سے نکلنے کی تیاری مکمل کرلی تو میں صفوان بن امیہ سے ملا اور اس سے کہا کہ اے ابووہب! تم دیکھتے ہو کہ محمدؐ عرب اور عجم پر غالب آگئے ہیں اگر ہم ان کے پاس جاکر ان کی اطاعت قبول کرلیں تو جو شرف ان کو حاصل ہونے والا ہے اس میں ہم بھی حصہ دار بن جائیں گے۔ صفوان نے اس پر کہا کہ اگر تمام دنیا بھی محمدؐ کو قبول کرلے اور میرے سوا دنیا کا ہر شخص مسلمان ہو جائے تب بھی میں ان پر ایمان نہیں لاؤں گا۔ یہ جواب سن کر میں نے اپنے دل میں سوچا کہ یہ بے چارہ مجبور ہے کیونکہ اس کا باپ اور اس کے بھائی جنگ بدر میں مارے گئے ہیں۔ چنانچہ اسے چھوڑ کر میں عکرمہ بن ابوجہل سے ملا اور وہی بات جو میں نے صفوان سے کہی تھی اس سے بھی کہی لیکن اس نے بھی وہی جواب دیا جو صفوان نے دیا تھا تب میں نے اس سے درخواست کی کہ وہ ان باتوں کو اپنے تک ہی محدود رکھے اور کسی سے ان کا ذکر نہ کرے۔ عکرمہ نے میری یہ درخواست قبول کرلی اور وعدہ کیا کہ وہ ان باتوں کا ذکر کسی سے نہیں کرے گا۔ اس کے بعد میں عثمان بن طلحہ سے ملا جو میرا دوست تھا اور وہی باتیں اس سے بھی کہنے کا ارادہ کیا لیکن پھر مجھے خیال آیا کہ عثمان کا باپ طلحہ، اس کا چچا عثمان اور چار بھائی جنگ احد میں مارے گئے تھے کہیں یہ بھی مجھے وہی جواب نہ دے جو پہلے دو دوستوں نے دیا تھا۔ اس لئے میں نے خاموش رہنا مناسب سمجھا۔ لیکن باوجود کوشش کے زیادہ دیر تک اپنے جذبات کو دبا نہ سکا اور اسے یہ بات کہہ ہی ڈالی...... میری توقع کے بالکل برعکس عثمان نے میری یہ بات سن کر فوراً آمادگی ظاہر کی اور ہم نے مدینہ روانہ ہونے کا فیصلہ کرلیا۔ ہمارے درمیان یہ طے پایا کہ اگلے روز صبح سویرے ایک طے شدہ مقام پر ہم دونوں پہنچ جائیں گے اور وہاں سے اکٹھے روانہ ہونگے۔

مدینہ روانگی: دوسرے روز ابھی سورج طلوع نہیں ہوا تھا کہ میں اور عثمان بن طلحہ دونوں طے شدہ مقام پر پہنچ گئے اور مدینہ کی طرف سفر شروع کر دیا۔ جب مدینہ کے راستے میں ہم دونوں "ھدہ" نامی مقام پر پہنچے تو ہمیں عمرو بن العاص ملے جو حبشہ سے مدینہ کی طرف جا رہے تھے۔ ابتدائی گفتگو کے بعد انہوں نے مجھ سے پوچھا خالد! کہاں کا ارادہ ہے؟ میں نے جواب دیا کہ خدا کی قسم مجھ پر یہ حقیقت منکشف ہو گئی ہے کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اس لئے میں مسلمان ہونے کے ارادے سے مدینہ جا رہا ہوں۔ اس پر عمرو بن العاص نے کہا کہ میں بھی اسی غرض سے مدینہ جا رہا ہوں یوں ہم سب اکٹھے ہو کر مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

ہم جب مدینہ پہنچے تو دوپہر کا وقت تھا ہم نے اپنے اونٹ بٹھائے اور رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہونے کی تیاری کرنے لگے۔ آنحضرت ﷺ کو بھی ہمارے آنے کی خبر پہنچ چکی تھی جس پر آپ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ:۔

"اے مسلمانو! مکہ نے اپنے جگر گوشے نکال کر تمہارے سامنے ڈال دیئے ہیں۔"

میں نے نئے کپڑے زیب تن کئے اور حضور کی خدمت میں حاضری دینے کیلئے چل پڑا۔ راستے میں مجھے میرے بھائی ملے اور انہوں نے مجھ سے کہا کہ جلدی چلو!

حضور ﷺ تمہارے آنے سے بہت خوش ہیں اور تمہارا انتظار فرما رہے ہیں۔ چنانچہ ہم سب جلدی جلدی حضور کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ جس وقت میں حضور کے سامنے پہنچا تو آپ مسکرا رہے تھے۔ میں نے قریب جا کر سلام عرض کیا۔ آپ نے بڑی محبت سے سلام کا جواب دیا میں نے آپ کو مخاطب کر کے کلمہ شہادت پڑھا اور اپنے مسلمان ہونے کا اقرار کیا۔ اس پر آپ نے فرمایا اللہ کا شکر ہے کہ اس نے تمہیں ہدایت عطا فرمائی مجھے بڑی امید تھی کہ تمہاری فراست بالآخر تمہیں سیدھے راستے کی طرف لے آئے گی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں آپ کے خلاف کئی جنگوں میں لڑ چکا ہوں آپ اللہ تعالیٰ سے میرے اس گناہ کی معافی کے لئے دعا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا اسلام پچھلے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ پھر اس کے بعد آپ نے میرے حق میں دعا کی کہ اے اللہ! خالد کی پچھلی تمام لغزشوں کو جو اس سے تیرے دین کی مخالفت میں سرزد ہوئی ہیں معاف کر دے....... ہم صفر ۸ ہجری میں مدینہ پہنچے تھے اور میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس دن سے میں نے اسلام قبول کیا اس دن سے حضور میرے اور دوسرے صحابہ کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے تھے۔ اور ہر موقع پر مجھے بھی دوسرے صحابہ کے ساتھ شریک فرماتے تھے۔ میری رہائش کے لئے حضور نے اپنے ان مکانوں میں سے جو حارثہ بن نعمان نے آپ کی خدمت میں پیش کئے تھے ایک مکان مجھے عنایت فرما دیا۔

(طبقات ابن سعد جلد 4 تاریخ ابن عساکر جلد 3)

اب ایک نیا دور شروع ہو چکا تھا۔ خالد مسلمان ہو چکے تھے اور اپنی تمام تر طاقتوں کو خدا کے دین کی خدمت میں صرف کرنے کے لئے بے تاب تھے۔ اور پھر جلد ہی خدا تعالیٰ نے آپ کو اس کا موقع بھی مہیا کر دیا۔ اور قبول اسلام کے چند ماہ بعد ہی آپ کو جنگ موتہ میں شرکت کرنے کی سعادت نصیب ہو گئی۔ اور نہ صرف شامل ہی ہوئے بلکہ اس جنگ میں سیف اللہ یعنی خدا کی تلوار ہونے کا لقب بھی حاصل کر لیا۔

فتح مکہ: سن ۸ ہجری میں مکہ فتح ہوا اور اس موقع پر حضرت خالد بن ولید کو پہلی مرتبہ رسول اکرم ﷺ کی طرف سے لشکر کے ایک حصے کا امیر مقرر کیا گیا۔ (سیرت ابن ہشام جلد 2 صفحہ 271)

حضور ﷺ کی خواہش تھی کہ حرم کے مقدس علاقے میں خون نہ بہے اور اسی وجہ سے آپ نے اپنے سرداروں کو یہ ہدایت دے رکھی تھی کہ اس وقت تک تلوار نہ نکالیں جب تک کفار تلواریں نکال کر جنگ ناگزیر نہ کر دیں۔ چنانچہ فتح مکہ کے موقع پر کوئی قتل و غارت یا خونریزی نہیں ہوئی سوائے ایک حصے کے جہاں مکہ کے بعض سرکردہ لوگوں نے ایک جتھہ بنا کر مسلمان لشکر کو بزور شمشیر روکنے کی کوشش کی۔ حضرت خالد بن ولید جنہیں حضور اکرم ﷺ نے سب سے پہلے مکہ میں داخل ہونے کا حکم دیا تھا۔ (بلاذری صفحہ 46)

جب مکہ میں داخل ہوئے تو کفار کے اس گروہ نے شدید مزاحمت کی۔ جس کے نتیجے میں دونوں طرف سے تلواریں نکل آئیں اور لڑائی شروع ہو گئی۔ اس معرکے میں تین مسلمان شہید ہوئے جب کہ 13 کفار مارے گئے اور یہ مزاحمت ختم ہو گئی۔ (سیرت ابن ہشام جز الرابع صفحہ 50)

دیگر خدمات: مکہ کی فتح کے بعد آنحضرت ﷺ کے ارشاد پر حضرت خالد بن ولید نے بعض دیگر غزوات میں بھی شرکت کی اور عرب قبائل کی طرف بھیجی جانے والی بعض مہمات کی قیادت کی اور آنحضور ﷺ کے شانہ بشانہ ہر ایک مہم اور ہر ایک پر خطر راہ پر اپنی جان ہتھیلی پر لئے اسلام کی سربلندی کے لئے مصروف خدمت رہے۔

خلفاء کے زمانے میں خدمات: خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دور خلافت کے آغاز میں اٹھنے والے بغاوت کے فتنے بہت شدید تھے۔ آپ نے بڑی دلیری اور جرات کے ساتھ ان فتنوں کا قلع قمع کیا اور اس کام میں آپ کے صف اول کے غلاموں میں حضرت خالد بن ولید بھی تھے۔ جنہوں نے اپنے امام کے حکم پر ہر ایک محاذ پر بھرپور محنت کی۔ اور خلافت راشدہ کے مقابل پر اٹھنے والے طوفانوں کے سامنے کھڑے ہو کر ان کا مقابلہ کیا۔ آپ نے نہ صرف اسلامی سلطنت کی بغاوتوں کو فرو کرنے کا فریضہ سرانجام دیا بلکہ ایرانی حکومت کی جانب سے کی جانے والی معاندانہ کوششوں کا بھی منہ توڑ جواب دیا۔

یہ وہی ایرانی مملکت تھی جو اپنے وقت کی ایک عظیم طاقت تھی۔ جن کی نظر میں عربوں کی کوئی بھی حیثیت نہ تھی۔ جب کہ اس کے بالمقابل عربوں کے لئے کسریٰ ایران اور ایرانی حکومت ایسی قابل تعظیم تھی کہ اگر کسی عرب کو کسریٰ کے دربار تک صرف رسائی بھی ہو جاتی تو وہ بڑے فخر سے اس بات کو جگہ جگہ بیان کرتا پھرتا۔

ان کمزور عربوں نے جب اسلام کی سربلندی کے لئے اس بے حد طاقتور مملکت سے ٹکر لی تو آنحضور ﷺ کا خط پارہ پارہ کرنے والے کسریٰ کا ملک پارہ پارہ ہو کر مسلمانوں کا مطیع ہو گیا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عراق کی مہمات کے لئے ۱۱ ہجری میں محرم کے مہینے میں حضرت خالدؓ بن ولید کو چنا اور زیریں عراق میں ابلہ کی سرحد کی طرف سے آگے بڑھنے کا ارشاد فرمایا خلیفہ وقت کے ارشاد پر حضرت خالد بن ولید بلا خوف و خطر آگے بڑھے اور ایک ایسی مملکت سے جا ٹکرائے جس کی حیثیت ایک عظیم سپر پاور کی سی تھی۔ خدا کی یہ تلوار ایرانیوں پر برق ناگہانی کی طرح چمکتی رہی اور ہر ایک معرکے میں اللہ تعالیٰ کے خاص احسان نے مسلمانوں کو فتوحات سے ہمکنار کیا۔ ہر ایک جنگ کے بعد ایرانیوں کے قدم اکھڑتے چلے گئے اسلام کا جھنڈا عراق کے مختلف علاقوں پر لہرانے لگا اور عراق کا ایک بڑا علاقہ ایرانیوں کے ہاتھ سے جاتا رہا۔ حضرت خالد بن ولید کی جنگی بصیرت، معاملہ فہمی اور دور اندیشی ان تمام مہمات میں اسلامی لشکر کے لئے بہت ممد و معاون ثابت ہوتی رہی اور ان جنگوں میں آپ کی خدمات ہمیشہ کے لئے ایک یادگار حیثیت اختیار کر گئیں۔

خالد بن ولید شام کی فتوحات میں: حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد خلافت میں ہی شام کی طرف بھی فتوحات کا آغاز ہو گیا۔ ان مہمات کا آغاز ۱۳ ہجری میں ہوا تھا اور ابتداء میں یزید بن ابو سفیان کو اسلامی لشکر کا سپہ سالار مقرر کیا گیا تھا۔ یہ لشکر عظیم رومی حکومت سے ٹکرانے کے لئے شام روانہ ہوا۔ اور وہاں یرموک کے مقام پر مسلمانوں نے پڑاؤ ڈالا جہاں رومی افواج کے ساتھ معرکہ متوقع تھا۔ مقابلے کے لئے آنے والا رومی لشکر تعداد میں مسلمانوں سے کئی گنا زیادہ تھا

اس لئے مسلمانوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں مزید فوج بھجوانے کا پیغام بھیجا۔ آپ نے اس پیغام پر حضرت خالد بن ولید کو حکم دیا کہ عراق سے شام روانہ ہو کر مسلمان سپاہ کی معیت میں رومی افواج کا مقابلہ کریں۔ امام کے حکم پر حضرت خالد بن ولیدؓ اپنے سپاہیوں کے ساتھ عراق سے شام پہنچے اور یرموک پہنچ کر مسلمان لشکر میں شامل ہو گئے۔ رومی لشکر تعداد میں دو لاکھ سے زائد تھا جب کہ مسلمان مجاہدین کی تعداد پچاس ہزار کے لگ بھگ تھی۔ لیکن تعداد کی اس کمی کے باوجود جنگ یرموک رومیوں کے لئے انتہائی تباہ کن ثابت ہوئی حضرت خالد بن ولید کی رائے سے مسلمان لشکر چھوٹے چھوٹے دستوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ (طبری جلد4) تا کہ ایک تو مسلمان تعداد میں زیادہ نظر آئیں اور دوسرے پھیل کر رومی لشکر پر مختلف طرف سے حملے کریں۔ آپ کی یہ تدبیر خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت کامیاب رہی اور یرموک کا میدان رومی لشکر کے لئے مقتل بن کر رہ گیا۔ رومیوں کو بری طرح شکست ہوئی اور یہ معرکہ رومی حکومت کے خلاف ایک فیصلہ کن حیثیت اختیار کر گیا۔ ایک وسیع خطہ ان کے ہاتھ سے جاتا رہا اور اسلام کی نئی فتوحات کے دروازے کھل گئے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وفات: جنگ یرموک کے دوران ہی مدینہ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ وفات پا گئے اور آپ کے بعد دوسرے خلیفہ کے طور پر حضرت عمرؓ منتخب ہوئے۔ آپ نے بعض مصالح کی بناء پر حضرت خالد بن ولیدؓ کی جگہ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کو افواج کا سالار مقرر فرمایا۔ خلیفہ وقت کے اس فیصلے کو حضرت خالد بن ولید نے بڑی شرح صدر اور خندہ پیشانی سے قبول کیا اور جس عزم اور بہادری سے وہ ایک سپہ سالار کے طور پر خدمات سرانجام دے رہے تھے اسی طرح سے نئے سالار کی قیادت میں اسلام کی خدمت پر کمربستہ رہے۔ چنانچہ اس کے بعد ہونے والی جنگوں اور معرکوں میں گو آپ ایک عام سپاہی کے طور پر شامل تھے پھر بھی آپ نے ایسے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے جو اپنی مثال آپ تھے۔

حضرت عمرؓ بھی اپنے اس غلام کی اعلیٰ صلاحیتوں کے معترف تھے اور جب بھی آپ کا ذکر کرتے بڑی محبت اور پیار سے کرتے تھے۔ حضرت خالد بن ولید کی وفات پر آپ نے فرمایا۔

"خالدؓ کے مرنے سے اسلام کی فصیل میں ایک ایسی دراڑ پڑ گئی ہے جو کبھی پر نہ کی جا سکے گی۔"

(ابن عساکر صفحہ 714)

شہادت کی آرزو اور طبعی وفات: حضرت خالد بن ولیدؓ اسلام کے ایک بہادر سپاہی تھے۔ آپ کی زندگی کا ایک لمبا عرصہ میدان جنگ میں جہاد کرتے ہوئے گزرا لیکن یہ عجیب بات ہوئی کہ جس قدر شہادت کا آپ کو شوق تھا وہ شوق پورا نہ ہو سکا۔ آپ کی آرزو اپنی جگہ لیکن کس میں ہمت تھی کہ خدا کی اس تلوار کو توڑنے میں کامیاب ہو جاتا۔ لیکن ان سب باتوں کے باوجود آخری لمحے تک حضرت خالدؓ کی شہادت کی آرزو آپ کو بے چین کئے دیتی تھی۔

بستر مرگ پر ایک عیادت کرنے والے نے جب آپ کا حال پوچھا تو روتے روتے آپ کی ہچکی بندھ گئی اور بڑے درد سے آپ نے فرمایا کہ خالد اس غم سے نڈھال ہے کہ راہ خدا میں شہادت کی سعادت نہ پا سکا۔ آپ نے اپنے بدن سے کپڑا اٹھایا۔ اپنا پیٹ دکھایا۔ اپنی چھاتی دکھائی اپنے بازو ننگے کئے اور کندھوں کے جوڑ تک اپنے داغ داغ بدن کا ماجرا اس کے سامنے کھول کر رکھ

دیا اور کہا کہ اے دیکھنے والے مجھے بتاؤ کہ کیا اس جسم پر کوئی بھی ایسی جگہ تمہیں دکھائی دیتی ہے جہاں راہ خدا میں خالد نے زخم نہ کھائے ہوں مگر وائے حسرت کہ خالد شہید نہ ہو سکا اور یہ زخم جو آج مجھے کھائے جا رہا ہے ان زخموں کے دکھ سے کہیں زیادہ جان سوز ہے جو شوق شہادت میں میں نے اللہ کی راہ میں کھائے تھے۔

(ماخوذ از خطبہ جمعہ فرمودہ 22 اپریل 1983ء بحوالہ الاستیعاب جلد2 صفحہ43)

21 ہجری میں قریباً ساٹھ سال کی عمر پا کر یہ عظیم انسان اپنے مالک حقیقی سے جا ملا۔ آپ کی وفات شام کے شہر حمص میں ہوئی۔

اسلام کا وہ خوبصورت باغ جسے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں نے لگایا تھا اور آپ کے غلاموں نے اپنے خون جگر سے اس کی آبیاری کی تھی آج اپنے جوبن پر پہنچ چکا تھا۔ ہر طرف بہار ہی بہار تھی۔ پھول اور پھل تھے اور ایسے ہی وقت میں اس باغ کا ایک خدمتگار اپنے فرائض کی بجا آواری کے بعد اپنے مالک حقیقی کی خدمت میں حاضر ہو رہا تھا۔

سالنامہ 1999ء میں :۔

☆ صفحہ 42 کالم نمبر 2 میں برادرم مکرم صاحبزادہ مرزا غلام قادر صاحب کے بچوں کے ناموں میں آپ کی ایک بیٹی کا نام سعادت شائع ہوا تھا جو کہ صحیح نہیں تھا اصل نام سطوت ہے۔

(ادارہ اس سہو پر معذرت خواہ ہے)

ضروری اعلان بابت "ورزش کے زینے"

صحت خدا تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں میں سے ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ جیسا کہ مقولہ مشہور ہے "تندرستی ہزار نعمت ہے" ہر انسان یہ چاہتا ہے کہ وہ صحت مند اور تندرست رہے۔ جب کہ اس کے صحت مند اور تندرست رہنے کیلئے ورزش بنیادی چیز ہے۔ پس خدام الاحمدیہ جو کہ نوجوانانِ احمدیت ہیں ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ تندرست اور صحت مند رہیں۔

اسی پہلو کو مد نظر رکھتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بصرہ العزیز نے خلافت سے پہلے 1965ء میں "ورزش کے زینے" کے نام سے ایک کتابچہ مہتمم صحت جسمانی کی حیثیت سے شائع کیا۔ جس میں آپ نے حفظان صحت کے بارے میں بعض بنیادی باتیں تحریر کی ہیں اور بعض ایسی ورزشیں بیان کی ہیں جو ہر ایک شخص گھر میں رہ کر بغیر کسی آلات کے کر سکتا ہے۔ چونکہ ہر خادم کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی صحت کا خیال رکھے اور حفظان صحت کے اصول پر عمل پیرا رہے۔ اس لئے مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان اس کتابچہ کو بہترین کمپوزنگ اور ورزش کی رنگین اور دیدہ زیب تصاویر کے ساتھ اب دوبارہ شائع کر رہی ہے۔ یہ ایک نہایت قیمتی، منفرد اور مفید کتاب ہے۔ اس کتاب کی قیمت پاکستانی احباب کیلئے صرف -/25 روپے ہے اگر کوئی صاحب ڈاک کے ذریعہ منگوانا چاہیں تو ڈاک خرچ الگ ہو گا جو کہ -/25 روپے ہے۔ یعنی ڈاک خرچ ملا کر -/50 روپے قیمت ہو گی۔ خواہشمند حضرات جلد از جلد دفتر اشاعت۔ ایوان محمود ربوہ پوسٹ کوڈ نمبر 35460 سے رابطہ کریں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

قسط نمبر 1

رئیسوں کا رئیس ایک عضو ضعیف

(محترم مسعود احمد صاحب دہلوی۔ سابق ایڈیٹر روزنامہ الفضل ربوہ)

انسانی جسم کے اعضائے رئیسہ میں ایک عضو ایسا بھی ہے جو اپنی ذات و صفات میں مجموعہ اضداد واقع ہوا ہے۔ وہ سنگ و خشت کی طرح سخت بھی ہے اور بزبان و حریر کی طرح نرم و ملائم بھی۔ وہ فولاد کی طرح مضبوط بھی ہے اور آبگینہ کی طرح نازک بھی۔ وہ امیدوں کا گلزار بھی ہے اور حسرتوں کا مزار بھی۔ وہ خوگر ستم بھی ہے اور خود رہتا ہے امیدوار کرم بھی۔ وہ رئیسوں کا رئیس بھی ہے اور غریب و بے چارہ ایک عضو ضعیف بھی۔ اس کی اپنی زندگی پر پورے انسانی جسم کی زندگی کا دارو مدار ہے بایں ہمہ وہ بسا اوقات انسان کو مبتلائے رنج و محن کر کے اس کی جان کا دشمن بن جاتا ہے۔ اور لطف یہ کہ کبھی جیتے جی خود بھی موت سے ہم آغوش ہو جاتا ہے لیکن موت کو گلے لگانے کے باوجود اپنے وجود کو برقرار بھی رکھتا ہے۔ یعنی اپنے آپ کو مار لینے کے باوصف زندہ رہتا رہے اور بیک وقت موت و حیات دونوں کا مزا چکھ رہا ہوتا ہے۔ وہ سیماب وار بے چین و بے قرار بھی رہتا ہے اور جی میں آئے تو سکینت و طمانیت کی آماجگاہ بھی بن جاتا ہے۔ دماغ نہ رکھنے کے باوجود وہ سوچتا ہے' زبان نہ رکھنے کے باوجود بولتا ہے اور منہ نہ رکھنے کے باوجود کھاتا ہے اور کبھی تو خود اسی کی غذا بن جاتا ہے جو اسے کھا رہا ہوتا ہے۔ بعض حالات میں خوشی سے باغ باغ ہو جاتا ہے اور بعض اوقات غم کی پوٹ بنے بغیر نہیں رہتا۔ محدود و محصور ہونے کے باوجود اس کی وسعت بیکراں ہے اور گہرائی کی طرح گہرائی بھی بے پایاں۔ وہ نور و نار سے بظاہر تہی آغوش ہے لیکن بباطن دونوں ہی اس کے اندر ایک ساتھ موجزن و شعلہ زن نظر آتے ہیں۔ اور پھر نور بھی ایسا جو ظلمت کو کافور کر دے اور آگ ایسی کہ اگر چاہے تو سب کچھ بھسم کر دینے والی آتش فشانی پر اتر آئے۔ کبھی سراپا برق و شرر نظر آتا ہے لیکن اس حال میں بھی مزاج برق و شرر سے عاری رہتا ہے۔ خود اس کے اپنے اوپر بھی بلاؤں کا نزول ہوتا ہے اور وہ خود پورے جہان پر بھی بلائیں لانے میں اپنا جواب نہیں رکھتا۔ وہ عقل سے علاقہ تو رکھتا ہے۔ لیکن ذرا کم کم اسی لئے کبھی کبھی اس پر دیوانگی و جنون کے دورے بھی پڑے رہتے ہیں۔ تشکیک و تیقن دونوں ہی اس میں رہ رہ کر ابھرتے ہیں اور عجب نیرنگیاں دکھاتے ہیں۔

وہ کونسا عضر ہے جو اپنی ذات اور صفات میں بے شمار تضادات کا حامل ہے؟ اس کے جواب میں اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ ہر شخص اس سے واقف و آگاہ ہے اس لئے کہ اسے ہم میں سے ہر ایک کے جسم میں صدر مقام کی حیثیت حاصل ہے۔ کسی دوسرے کو اس کا اتہ پتہ یا نام و نشان بتانے کی ضرورت نہیں۔ ہر شخص گواہی دے

پڑ دے کہ وہ عضو بجز حضرت دل کے اور کوئی نہیں۔ یہ رنگ ڈھنگ اس مست ملنگ کے سوا اور کس کے ہو سکتے ہیں۔ اردو کے نامی گرامی شعراء بھلا اس مضطرب و بے کل دل کی غایت درجہ متضاد نوعیت کی حامل ان کارستانیوں کو کیسے نظرانداز کر سکتے تھے۔ وہ ٹھہرے بال کی کھال اتارنے اور پاتال کی خبر لانے کے مشاق' دل پر سکون و شوریدہ کی نت نئی کارگزاریاں ان کی متجسس نظروں سے کیسے اوجھل رہ سکتی تھیں۔ انہوں نے اپنے اشعار میں اس کی ظاہری بے ہوشیوں اور پس پردہ جاری رہنے والی پرکار ہوشیاریوں کا خوب خوب احاطہ کیا ہے۔ جہاں تک خانہ دل میں اجتماع ضدین اور بسا اوقات اس میں خوشی و غمی کی کیفیت بین بین کا تعلق ہے جناب عزیز لکھنؤی نے اس کی ایک وجہ بیان کی ہے وہ کہتے ہیں۔

خامہ قدرت نے "دل" کا نام یہ کہہ کر لکھا
ہر جگہ اس لفظ کے معنی بدلتے جائیں گے

جہاں دل کی ادلتی بدلتی کیفیتوں کو جناب عزیز لکھنؤی نے خامہ قدرت کی کرشمہ سازی قرار دیا ہے وہاں نامور بزرگ صوفی شاعر جناب خواجہ میر درد دہلوی نے دل کی ان متضاد کیفیتوں کا خود دل کو ہی ذمہ دار ٹھہرایا ہے۔ وہ غالباً زمانہ کو جو ہر آن تغیر پذیر ہے۔ مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

دل بھی تیرے ہی ڈھنگ سیکھا ہے
آن میں کچھ ہے آن میں کچھ ہے

دل کے ہر آن نت نئی تبدیلیوں کے عمل سے گزرنے کی کیفیت اس وقت کچھ زیادہ ہی شدت سے ظہور میں آتی ہے۔ جب دل میں عشق کا شگوفہ پھوٹتا ہے۔ اس شگوفہ کے پھوٹنے کی دیر ہوتی ہے پھر یہ وہ وہ گل کھلاتا ہے کہ خود وہ انسان جس کے دل میں عشق کا شگوفہ نت نئے گل کھلا رہا ہوتا ہے حیرت میں ڈوب ڈوب جاتا ہے کہ اس کے اپنے دل میں بار بار نئے روپ دھارنے کی کیسی حیرت انگیز صلاحیتیں موجود ہیں۔

مثال کے طور پر دل انسان کے سینے میں عروق و اعصاب اور پٹھوں کی جکڑ بندیوں کی وجہ سے ایک مقررہ جگہ مستحکم طور پر قائم ہوتا ہے۔ وہ اپنی جگہ قائم رہتے ہوئے سیماب وار تو متحرک رہتا ہے لیکن اس سے اس کی جکڑ بندیوں کے باعث یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ ایک انچ آگے پیچھے یا ادھر ادھر ہو سکے۔ لیکن العجب ثم العجب آگے پیچھے تو ہونا کجا وہ من چلا جی میں آئے تو آنا جانا بھی شروع کر دیتا ہے اور جب ایک دفعہ آنا جانا شروع ہو جائے تو پھر آر جار لگی ہی رہتی ہے۔ جہاں تک اس کے آنے کا تعلق ہے۔ داغ کہتے ہیں۔

صورت و سیرت رہی بالائے طاق
دل تو آ جاتا ہے اچھے نام پر

اس بارہ میں غور طلب بات یہ ہے کہ کسی شخص کا جانا اپنی ذات میں ساتھ ہی آنے پر بھی دلالت کرتا ہے کیونکہ جانا اس فرد کے نقطۂ نگاہ سے ہوتا ہے جو کسی کی طرف جا رہا ہوتا ہے لیکن جس کی طرف وہ جا رہا ہوتا ہے اس کے نقطۂ نگاہ سے اس کا جانا آنے کے مترادف ہوتا ہے سو جانے میں آنے کا مفہوم از خود شامل ہوتا ہے۔ لیکن اس آجا یعنی جانے اور آنے سے داغ نے دل دے بیٹھنے کے تعلق میں ایک نرالا مفہوم پیدا کر دکھایا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔

دل کا آنا ہے کام سے جانا

جائے گا کام سے تو آئے گا

اسی پر بس نہیں کہ دل جاتا اور بسا اوقات جا کر کسی پر آئے بغیر نہیں رہتا بلکہ جانے اور آنے کا یہ عمل پورا ہونے کے بعد جب دل واپس آتا ہے تو پھر جس کے پاس سے واپس آنے لگتا ہے ساتھ ہی اس کے دل کو بھی اپنے پیچھے کھینچ بلاتا ہے اور وفور شوق کے زیر اثر اس کا دل واقعی کھنچا چلا آتا ہے۔ محب ہو یا محبوب دونوں کے دل کی اس ادا کا حال بھی داغ ہی کی زبانی سنئے۔ وہ بڑے ہی چلبلے انداز میں کہتے ہیں۔

وہ سدھارے اپنے گھر، مجھ کو رہی یہ کشمکش
ضبط نے کھینچا ادھر دل سوئے دلبر لے چلا

اس آنے جانے پر انسان کا اپنا کوئی اختیار نہیں ہوتا۔ اس کا پورا اور مکمل اختیار دل کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ وہ انسان کو نچائے پھرتا ہے اور انسان مجبور ہوتا ہے کہ دل کے اشارے پر آجا کے چکر میں پڑ کر ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر ناچتا پھرے۔

غالب نے بھی عجب بے اختیاری کے عالم میں دل کے آنے اور جانے اور اس طرح کوئے یار کے بار بار چکر لگانے اور اس امر کے باوجود چکر لگانے کا ذکر کیا ہے کہ وہاں جا کر لعنت ملامت سہیڑنے اور پھٹکار سہنے کے سوا اور کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ اگر ایسی بات نہ ہوتی تو وہ یہ کیوں کہتے۔

دل پھر طوائف کوئے ملامت کو جائے ہے
پندار کا صنم کدہ ویراں کئے ہوئے

چلنا پھرنا اور آنا جانا تو رہا ایک طرف دل تو دماغ نہ رکھنے کے باوجود سوچتا بھی ہے اور سوچتا بھی ہے طرح طرح کی باتیں۔ ذرا صلح صفائی کی کم اور لڑائی بھڑائی کی زیادہ۔ داغ اپنے دل کی سوچی ہوئی بات کا ذکر کرتے ہیں۔ بات ہے ذرا کھٹ پٹ کی اس لئے کھل کر نہیں کہتے۔ صرف اشارے اشارے میں ہی کہتے ہیں۔ کیا کہتے ہیں؟ ذرا سنئے۔

بات اک میرے دل میں آئی ہے
گر کہوں تو ابھی لڑائی ہے

"بات کا دل میں آنا" دل کے سوچنے ہی کے معنوں میں تو استعمال کیا گیا ہے اس شعر میں۔

جس طرح دماغ نہ رکھنے کے باوجود دل سوچتا بھی ہے اسی طرح وہ زبان نہ رکھنے کے باوجود باتیں بھی کرتا ہے اس لئے باتیں زیادہ تر ہوتی ہیں دکھ درد اور رنج و مصیبت والی۔ ذرا استاد ذوق کے باتونی دل کی باتیں سنئے مگر خود حضرت ذوق کی زبانی۔ وہ اپنے دل کی ترجمانی کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

دل سے کچھ کہتا ہوں میں، مجھ سے ہے دل کچھ کہتا
دونوں اک حال میں ہیں رنج و مصیبت والے

اس شعر میں ذوق نے تو ان باتوں کی طرف اشارہ کیا ہے جو ان کے دل نے ان سے کیں بعض دوسرے شعرا نے تو دوسروں کو بھی دعوت دی ہے کہ وہ ان کے دل سے پوچھیں کہ اس پر کیا گزر رہی ہے۔ ذرا غالب ہی کو دیکھئے کہ انہوں نے اپنے دل سے باتیں کرنے کی دوسروں کو دعوت دینے میں کیا اسلوب اختیار کیا ہے۔ دوسروں کو اپنے دل سے ہمکلامی پر اکساتے ہوئے کہتے ہیں۔

کوئی میرے دل سے پوچھے ترے تیر نیم کش کو
یہ خلش کہاں سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا

اس خواہش کا اظہار داغ نے بھی کیا ہے کہ دوسرے لوگ ان کے دل سے ہمکلام ہو کر اس سے اس

کا حال پوچھیں لیکن انہوں نے خلش کا نہیں لطف و عنایت اور گلچھروں کا قصہ چھیڑتے ہوئے دوسروں کو ہمکلام ہونے کی دعوت دی ہے دکن میں اپنے وطن مالوف کی یاد سے متاثر ہو کر کہتے ہیں۔

میرے دل سے داغ پوچھے کوئی دہلی کے مزے
لطف تھا دونوں جہاں کا اک جہاں آباد میں

یہ تو ہوا زبان نہ رکھنے کے باوجود دل کا باتیں کرنے کا انداز۔ اب ذرا سنئے کہ منہ نہ رکھنے کے باوجود دل کھاتا کس طرح ہے۔ جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں اس کے کھانے کے اطوار عجیب و غریب ہیں اس لئے کہ جسے وہ کھاتا ہے مروت میں آکر یا ہمدردی سے مغلوب ہو کر خود بھی اس کی غذا بن جاتا ہے یعنی جسے دل کھا رہا ہوتا ہے وہ دل کو کھائے جا رہا ہوتا ہے۔ اس میں وہ کوئی مضائقہ نہیں سمجھتا کہ دونوں ہی ایک دوسرے کو کھا رہے ہوں اور عجب تر یہ کہ باہم ایک دوسرے کو کھانے کے باوجود رہیں دونوں اپنی اپنی جگہ سلامت۔ یہ کوئی گپ یا دور از کار بات نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو اور بھی کوئی نہیں علامہ اقبال اچنبہ کا اظہار کئے بغیر یہ نہ کہتے۔

جب سے چمن چھٹا ہے یہ حال ہو گیا ہے
دل غم کو کھا رہا ہے غم دل کو کھا رہا ہے

پھر دل کی ایک عجیب کیفیت یہ ہے کہ کوئی دل تو فولاد سے بھی زیادہ مضبوط ہوتا ہے اور کوئی آبگینہ سے بھی زیادہ۔ نازک' دل کی مضبوطی کا اندازہ داغ کے اس شعر سے لگائیے کیا دلیری کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

تری ادا جو قضا ہو تو کچھ نہیں پروا
ڈریں گے موت سے کیا جو دل کے کرارے ہیں

دل کے کرارے ہونے سے مراد وہ لوگ ہیں جو بہت مضبوط دل والے ہیں اور ہر مصیبت کو جھیل جانا اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ اس کے بالمقابل بعض دل اتنے نازک ہوتے ہیں کہ وہ عاشق کی محبت کا امتحان لینے کا بھی حوصلہ نہیں رکھتے اور غالب کو ان کی نزاکت پر رحم آتا ہے اور وہ نہیں چاہتے کہ محبت آزمانے کی آزمائش میں خود انہیں ڈالا جائے۔ محبوب کے دل کی نزاکت پر غالب کو کیسے رحم آتا ہے اس کا اندازہ ان کے اس شعر سے لگائیے۔

دل نازک پہ اس کے رحم آتا ہے مجھے غالب
نہ کہ سرگرم اس کافر کو الفت آزمانے میں

اس شعر میں تو غالب نے کسی محبوب کی نزاکت دل کا بطور استثناء ذکر کیا ہے ورنہ دل کی خلقت میں مضبوطی کے ساتھ ساتھ نزاکت بھی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے جبھی تو بڑے بڑے مضبوط دلوں کو بھی ایسی بات پر جو ناگوار خاطر ہو اسی طرح ٹھیس پہنچتی ہے جس طرح بعض اوقات معمولی سی ٹھیس' جھٹکا یا چوٹ لگنے پر شیشے کے نازک آبگینے ٹوٹ پھوٹ کو چکنا چور ہو جاتے ہیں۔ دلوں کی مضبوطی کے پہلو بہ پہلو ان میں سموئی ہوئی خستگی اور نازکی کا احوال ذرا میر انیس کی زبانی سنئے۔ کس عمدگی سے مضبوط دلوں کو بھی ٹھیس نہ پہنچانے کی تلقین کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

خیال خاطر احباب چاہئے ہر دم
انیس ٹھیس نہ لگ جائے آبگینوں کو

ایک طرف تو دل اپنی تمام تر مضبوطی کے باوجود اتنا نازک واقع ہوا ہے کہ وہ اثر پذیری کے زیر اثر کسی کی بات ناگوار گزرنے پر افسردہ و ملول ہی نہیں ہوتا یکسر پاش پاش ہو کر رہ جاتا ہے۔ دوسری طرف موج میں

آئے ہوئے اسی نزاکت بھرے دل کی اثر انگیزی کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہوتا۔ سب کچھ تہہ و بالا کر کے انقلاب برپا کر کے رکھ دیتا ہے۔ ایسا دل انسان کو گمراہ کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتا۔ وہ اس کے حق میں سراسر دشمن کا روپ دھار لیتا ہے اور دشمنی بھی ایسی جو دین ایمان کو ہی غارت کر کے رکھ دے۔ دل کی اس غارت گری کی طرف میر تقی میر نے اپنے اس شعر میں اشارہ کیا ہے۔

طریق عشق میں رہنما دل
پیمبر دل ہے قبلہ دل خدا دل

عقل و خرد کو فارغ کر کے اور دین و مذہب سے اعراض اختیار کر کے صرف دل کو ہی رہنما بنانے' اسے پیغمبر' قبلہ اور خدا کا درجہ دینے اور اس کے اشاروں پر تگنی کا ناچ ناچنے کا نتیجہ ناکامی و نامرادی کے سوا اور کیا نکل سکتا ہے۔ سو ایسا دل بے راہ جب رہنما کا روپ دھارتا ہے تو اس کے اپنے اشاروں پر چلنے والے کو عشق میں حرماں نصیبی سے دوچار کر کے اس کی زندگی کو اجیرن بنا چھوڑتا ہے۔ اس حال کو پہنچنے کے بعد انسان کو ہوش آتا ہے کہ چھپے دشمن یعنی دل پر فن کو صلاح کار بنانے اور اس کے مشوروں پر عمل کرنے کی وجہ سے ہی وہ ان ہڈروں کو پہنچا ہے۔ اس وقت کف افسوس ملنے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں رہتا۔ اس بے چارگی کی کیفیت کا داغ کس حسرت سے ذکر کرتے ہیں۔

دل سے دشمن کا اعتبار کے
ہم بنائیں صلاح کار کے
موت سے پہلے ہی مر جاؤں
اس قدر تاب انتظار کے

سو یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ وہی دل جو وصال یار کی صورت میں حاصل ہونے والی خوشی کے زیر اثر راحت جان کا موجب ہوتا ہے' انسان کو ہجر کی کلفتوں میں مبتلا کر کے یا اسے غلط ہی نہیں یکسر الٹا مشورہ دے کر گمراہ بھی کر چھوڑتا ہے یہاں تک کہ اس کے دین و ایمان پر بنے بغیر نہیں رہتی۔ اس طرح وہ بظاہر دوستی کا حق ادا کرتے کرتے الٹا دشمن کا روپ دھار لیتا ہے۔ جو لوگ ایسے دشمن دل کی فریب کاریوں کا شکار ہو کر ایسے تلخ تجربہ میں سے گزرتے ہیں مرزا محمد رفیع سودا نے غالباً ان کی ترجمانی کے طور پر ہی یہ شعر کہا ہے۔

میں دشمن جاں ڈھونڈ کے اپنا جو نکالا
سو حضرت دل سلمہ اللہ تعالیٰ

سالنامہ (1999ء) میں :۔

☆ صفحہ 107 پر "ربوہ کا لالہ زار" کے مضمون کے آخری دو پیراگراف کی ترتیب درست نہیں رہی تھی انہیں اس طرح پڑھا جائے۔

صرف ایک کیکر سے ہوا تھا آج صرف گلشن احمد نرسری کی حدود میں سینکڑوں اقسام کے پانچ لاکھ پودے موجود ہیں۔ جس تیزی کے ساتھ اس زمین کے خدوخال سنوارے جا رہے ہیں ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ ربوہ جو "گلشن احمد" ہے حقیقتاً اس مصرعہ کا مصداق بن جائے گا۔

"گلشن احمد بنا ہے مسکن باد صبا"

اور اس ہونے والے سرسبز و شاداب خطے میں برسات کی رت میں اس بستی والے جشن منایا کریں گے اور اپنے آنے والے مہمانوں کو اس شعر میں خوش آمدید کہیں گے۔

ہم نے خیرات میں یہ پھول نہیں پائے ہیں
خون دل نذر کیا ہے تو بہار آئی ہے

گلدستہ معلومات

انٹرنیٹ-ایک حقیقی لائبریری

ایک وقت تھا جب لوگ بڑی بڑی لائبریریوں کے ہالوں میں کتابیں تلاش کیا کرتے تھے-اب تو انٹرنیٹ تمام معلومات ہماری انگلیوں کی پوروں میں جمع کر دی ہیں-ویب میں بڑی دلچسپی اور کشش پیدا ہو گئی ہے-آپ کو ایسی سائٹس ملیں گی جن کے گرافکس آپ کو حیرت زدہ کر دیں گے'ایسی سائٹس بھی ہوں گی جو آپ کو ہنسائیں گی اور ایسے Pages بھی ہوں گے جن میں وڈیوز بھی شامل ہوں گے لیکن ان سب کے باوجود ویب کا سب سے اچھا استعمال یہ ہے کہ اس سے جلد از جلد معلومات حاصل کی جائیں-یہ ایک حقیقی لائبریری ہے--جس سے آپ کی شیلف میں رکھی ہوئی کتاب کی نسبت زیادہ تیزی سے اور زیادہ جدید معلومات حاصل ہو سکتی ہیں-اگرچہ ویب پر سرچ انجن سے تحقیق اور ریفرنس کا بہت سا کام کیا جا سکتا ہے لیکن اس کے علاوہ بہت سی ایسی بڑی سائٹس ہیں جو اسی مقصد کے لئے بنائی گئی ہیں کہ ان سے ریفرنس ڈیسک اور ریفرنس کی دیگر چیزوں کا کام لیا جا سکے جس طرح شیلف والی لائبریری سے کام لیا جاتا ہے-

ریفرنس کا ایک اہم ذریعہ انسائیکلوپیڈیا ہوتا ہے' یہاں بھی بہت سے تجارتی انسائیکلوپیڈیا ہیں جن میں مائیکروسافٹ کا مشہور انسائیکلوپیڈیا "انکارٹا" بھی شامل ہے جسے بازار سے حاصل کیا جا سکتا ہے-لیکن کچھ انسائیکلوپیڈیا نیٹ پر بھی دستیاب ہیں جن سے کام لیا جا سکتا ہے-ان میں سے ایک اچھا انسائیکلوپیڈیا الیکٹرک لائبریری کا ہے-جو

http: // w w w encyclopedia.Com/.

پر دستیاب ہے اس میں آپ کو 17000 مضامین ملیں گے جن میں بائیالوجی سے لے کر خلاء کے سفر کی تاریخ تک ہر عنوان پر مضامین شامل ہیں اور یہ بالکل مفت ہے-دنیا کی مشہور انسائیکلوپیڈیا میں سے ایک یعنی انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کی ویب پر قیمتاً معلومات بھی فراہم کی جاتی ہیں-

انسائیکلوپیڈیا کے بعد ڈکشنری کا نمبر آتا ہے-پسندیدہ سائٹس میں سے ایک سائٹ

http://www.m-w. Com/dictionary.

پر ویبسٹر کی ڈکشنری پیش کی جاتی ہے--جس لفظ کے آپ معنی جاننا چاہتے ہیں اسے کمپیوٹر میں داخل کریں اور چند سیکنڈ میں آپ کو اس کے معنی مل جائیں گے-آپ چاہیں تو اس کی کاپی کر کے اپنے ورڈ پروسیسر میں شامل کر سکتے ہیں-اس کے بعد ہم نقشوں کی دو سائٹس پر نظر ڈالتے ہیں-ان نقشوں کو ریفرنس کے لئے استعمال کیا جاتا ہے-اس کے علاوہ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ پہلی سائٹ ہدایات بھی مہیا کرتی ہے-اس سائٹ کو میپ کوئسیٹ کہتے ہیں اسکا پتہ یہ ہے-

http://www.Mapquest.com/.

لیکن جب ان نقشوں کو ریفرنس کے ایک ذریعے کے طور پر استعمال کیا جائے گا تو اس کے لئے نیشنل جیو گرافک نے ایک معیار مقرر کیا ہوا ہے۔ پبلی کیشن کے نقشے حاصل کر کے آپ چاہیں تو ان کی کاپی کر کے دستاویز کے طور پر استعمال کر سکتے ہیں۔ کیونکہ مختلف ممالک 'وزن' وقت اور حرارت کے لئے مختلف نظام استعمال کرتے ہیں اس لئے آپ کو ایک نظام سے دوسرے نظام میں تبدیلی کی ضرورت ہو گی۔ اس کے لئے ایک بڑی سائٹ موجود ہے جیسے میٹر ینٹس یونٹس ٹرانسلیشن کہا جاتا ہے اس کا پتا یہ ہے

http://www.mplik.ru/(tilde) sq/ transl/.

یہاں آپ کو فوری طور پر تبدیل شدہ مواد مل جائے گا۔ لیکن یہ بات یقینی بنالیں کہ آپ کا براوزر جاوا عمل کرنے کا اہل ہے کیوں کہ جاوا کے عمل سے یہ تمام کام ہو جاتا ہے۔

اگر آپ تحقیقی مواد کو منظم اور قواعد کے مطابق صحیح زبان میں ایک تحقیقی مقالے کی شکل میں پیش نہیں کر سکتے تو ریفرنس کا تمام مواد بے کار ہے اس لئے آپ کو اس کے بعد دوسری سائٹ پر توجہ دینا ہو گی جسے گرامر اینڈ اسٹائل نوٹس کہا جاتا ہے اور اس کا پتہ یہ ہے۔

http://www.english. upenn.edu/ctilde)

Jlynch/ grammar. htm/.

یہ سائٹ گرامر کی بنیادی معلومات فراہم کرتی ہے۔ اگر آپ کو ایڈ جیکٹیو کا استعمال بھی مشکل معلوم ہو تو سمجھنے میں آسانی کے لئے کچھ مدد بھی مل جائے گی۔ یہ اسٹائل کی سائٹ بھی ہے لہذا آپ کو یہاں صحیح فارمیٹ کے بارے میں بھی معلومات مل جائیں گی۔

پلاسٹک کے چھتے ۔ نئی ایجاد

پلاسٹک کی ایجاد کے بعد انسان نے جہاں اس سے اور ہزاروں کام لئے وہاں شہد کی مکھیوں کے لئے بھی کافی سہولت پیدا ہو گئی ہے۔ پرندوں کا اپنے اور اپنی آئندہ نسلوں کے لئے گھونسلے بنانا اور شہد کی مکھیوں کا شہد کے چھتے کو تعمیر کرنا ایک قدرتی امر ہے 'لیکن کیلیفورنیا میں ایسا نہیں ہوتا۔ وہاں شہد کی مکھیوں کو پلاسٹک کے بنے بنائے گھر مل جاتے ہیں' جن کو مستقل یا دائمی شہد کا چھتہ Perma Comp کہتے ہیں۔ اس چھتے کا تعارف سب سے پہلے ایک امریکی ہربرٹ ڈراپکن (Herbert Drapkin) نے کروایا اور اس کی اس ایجاد نے شہد کی پیداوار میں اور اس کے کاروبار میں حیرت انگیز انقلاب برپا کر دیا۔

ڈراپکن کے کہنے کے مطابق پہلی دفعہ اس نے تجارتی بنیادوں پر یہ چھتے بنائے جن سے شہد کی پیداوار میں بے پناہ اضافہ ہوا۔ ان چھتوں کی تعمیر میں زیادہ کثافت والے پولی ایتھلین کے بے شمار ننھے ننھے ٹکڑے 3.5 سینٹی میٹر کے فاصلے پر جوڑے گئے۔ اس کی چپٹی سطح بالکل چھتے کی طرح ترتیب دی گئی اور اسے قدرتی چھتے ہی کے انداز میں اٹھایا گیا۔ نو سال گزرنے کے باوجود ایک بھی چھتہ خراب یا ضائع نہیں ہوا اور وہ مستقل طور پر مکھیوں کے استعمال میں ہے۔

شہد نچوڑنے کے لئے پلاسٹک کے اس چھتے کو تیز رفتار مرکز گریز (Centrifuges) پر رکھا جاتا ہے۔ پھر بٹن دبا کر گھمایا جاتا ہے اور سارا شہد نچوڑ لیا جاتا ہے۔ یہ کام

قدرتی موم کے چھتے کے ساتھ نہیں کر سکتے' پلاسٹک کے مصنوعی چھتے میں صرف ایک منٹ میں شہد حاصل ہو جاتا ہے اور شروع سے لے کر آخر تک یہ تمام عمل زیادہ سے زیادہ آدھا گھنٹہ لیتا ہے- پلاسٹک کے چھتے اس لئے بھی مستقل یادائمی کہلاتے ہیں کہ نہ تو یہ ٹوٹتے ہیں نہ ہی پگھلتے ہیں اور نہ ہی ان پر موسم کے مضر اثرات مرتب ہوتے ہیں-

پلاسٹک کے چھتوں میں شہد کی پیداوار میں اضافے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ پلاسٹک کے چھتے شہد کو اپنے اندر جذب نہیں کر سکتے اور شہد موم میں سرایت نہیں کرتا- اس کے علاوہ شہد کی مکھیاں پہلے تو 7 سے 10 دن تک چھتے کی تعمیر کے لئے موم ہی بنانے میں لگی رہتی تھیں اور اس تعمیر کے دوران بہت سارا شہد استعمال کر لیتی تھیں- لیکن اب وہ بات نہیں اب تمام شہد استعمال نہ ہونے کے باعث بچ رہتا ہے اور کل مجموعے میں اضافے کا باعث بنتا ہے-

پھر خوبی یہ ہے کہ ان چھتوں سے حاصل ہونے والا شہد خالص بھی ہوتا ہے اور صحت افزا بھی- اگر چھتے میں کوئی بیماری یا وبا پھیل جائے تو پورے چھتے کو اٹھا کر جراثیم سے پاک (Sterlize) کر لیا جاتا ہے اور کرم کش ادویات وغیرہ سے غولہ دے کر ہر طرح کی بیماری سے محفوظ کر لیا جاتا ہے-

کینسر - چند ابتدائی معلومات

کینسر یا سرطان کے لغوی معنی کریب یعنی کیکڑا کے ہیں- کیکڑے کی طرح کینسر انسانی جسم کو پوری طرح جکڑ لیتا ہے- اگرچہ کینسر جسم کے کسی بھی عضو میں پیدا ہو سکا ہے' لیکن کچھ اعضا اس عمل میں پیش پیش ہوتے ہیں- یہ مرض عموماً ایک خلیے سے پیدا ہوتا ہے- یہ خلیہ اپنے اردگرد کے ماحول سے آزاد پیدائشی عمل کے ذریعے اپنی تعداد میں مسلسل اضافہ کر کے خلیوں کی فیملی بنا دیتا ہے- یہ خلیات دو قسم کے ہوتے ہیں- ایک وہ جو اپنی پیدائشی جگہ ہی پر رہتے ہیں بینائین (Benign) کہلاتے ہیں- دوسرے خلیات جو سارے جسم میں پھیل جاتے ہیں- میلگننٹ (Malignant) کہلاتے ہیں- میلگننٹ سرطان جب پھیلتا ہے تو جسم کو ہلاک کر دیتا ہے جب کہ بینائین جسم کو ہلاک نہیں کرتا-

بعض اوقات مختلف عناصر مثلاً کیمیکل' ادویات' تمباکو' شراب' تابکاری اور الٹراوائیلٹ شعاعیں وغیرہ اثر انداز ہو کر ان خلیوں کا کنٹرول تباہ کر دیتے ہیں-

خلیے اپنی نشوونما کے لئے جسم سے ہر قسم کی خوراک اور توانائی حاصل کر لیتے ہیں' خواہ جسم کی حالت کیسی بھی ہو' کمزور ہو یا توانا' جسم میں پیدا ہونے والی روز افزوں کمزوری اس چیز کی نشاندہی کرتی ہے کہ سرطانی خلیے اپنی تعداد میں اضافہ کر رہے ہیں- بعض اوقات سرطانی خلیے ایسی رطوبتیں پیدا کرتے ہیں جو جسم میں خطرناک اثرات پیدا کرتی ہیں- اسی طرح کینسر کی رسولی کسی اہم عضو یا نظام کے نزدیک موجود ہونے کی وجہ سے اس پر دباؤ یا اثر ڈال کر اس کی زندگی خطرے میں ڈال سکتی ہے-

پیدائش سے موت تک زندگی کے کسی حصے میں مرد یا عورت' خواہ وہ دنیا کے کسی بھی خطے سے تعلق رکھتے ہوں' کینسر میں مبتلا ہو سکتے ہیں' یہ الگ بات ہے کہ بعض قسم کے کینسر

دنیا کے کچھ علاقوں میں زیادہ اور کچھ میں کم ہوتے ہیں۔

دنیا میں کینسر کی 250 مختلف اقسام ہیں۔ یہ جنس کے حساب سے مردوں میں زیادہ پایا جاتا ہے۔ نارمل سیل ریڈی ایشن، وائرس، فائبر پارٹیکل، کیمیکلز یا خوراک کے اثر سے آزاد ہو کر کینسر سیل بن جاتا ہے۔

شروع شروع میں ٹیومر اپنی پہلی جگہ پر بڑھتا رہتا ہے۔ لیکن بعد میں سرطانی خلیات اس سے ٹوٹ کر یا خون کی نالی میں داخل ہو کر ایک عضو سے دوسرے عضو تک چلے جاتے ہیں۔ کینسر کے بنیادی جگہ سے دوسری جگہ جانے کو میٹا سٹیسز (Metastasis) کہتے ہیں۔ اس کا علاج یہ ہے کہ ابتدائی جگہ کی سرجری یا ریڈیو تھراپی ہو یا دونوں کام میں لائے جائیں۔ دور تک پھیلے کینسر کے ذروں کا علاج کیمو تھراپی سے یا دوسرے ذرائع کے ساتھ ملا کر کیا جاتا ہے۔

عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ سرطان لا علاج ہے، حالانکہ ایسا نہیں۔ اگر کینسر کو آغاز سے پکڑ لیا جائے جب دوسرے اعضاء میں اس کی جڑیں ابھی نہ پھیلی ہوں تو علاج آسانی سے ممکن ہے۔ کینسر سیل کی پیدائش سے لے کر انسانی جسم میں کینسر کے اظہار تک کئی برس لگ جاتے ہیں۔ خون کا سرطان اور غدودوں کے لمفوما ابتدا ہی سے پھیلے ہوتے ہیں، کیمو تھراپی سے انہیں مکمل طور پر ختم کیا جا سکتا ہے۔ ہمارے ملک میں ترقی یافتہ ملکوں کی نسبت کینسر کے علاج کے مثبت نتائج کم ہیں۔ اس کی دو تین بڑی وجوہات ہیں۔ ایک تو ہمارے عوام تعلیم یافتہ نہیں، وہ کینسر کی بنیادی وجوہات سے ناواقف ہیں۔ وہ یہ نہیں جانتے کہ ڈاکٹر کے پاس کب جانا ہے، وہ اپنے مریض کو کوالیفائیڈ ڈاکٹروں کے پاس نہیں لاتے، بلکہ ادھر ادھر کبھی حکیموں اور کبھی ڈسپنسروں کے پاس لئے پھرتے ہیں۔ جنہیں اس بیماری کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں ہوتی۔ اس طرح مریض کا وہ قیمتی وقت ضائع ہو جاتا ہے جس میں مکمل شفایابی کی زیادہ سے زیادہ توقع ہوتی ہے۔ اسی طرح عام ڈاکٹر یا تو بعض اوقات اپنی ناسمجھی یا بیوقوفی سے مرض کی تشخیص نہیں کر پاتے اور اگر تشخیص ہو بھی جاتی ہے تو مریض کینسر سپیشلسٹ کے پاس نہیں پہنچتا۔ پھر یہ بھی ہے کہ ہمارے ہاں بہت سے لوگ نام نہاد کینسر سپیشلسٹ بن بیٹھتے ہیں۔ ان کے شعبے تو کچھ اور ہیں مگر عام آدمی انہیں کینسر کے ماہر سمجھ کر ان کے پاس پہنچ جاتا ہے۔ اس طرح کینسر کا علاج تو ہونے سے رہا۔ کینسر کا علاج اکیلے آدمی کا کام بھی نہیں ہے۔ اس میں مختلف سپیشلسٹوں کا باہم مشورہ بہت ضروری ہے۔ چونکہ ہمارے ہاں اعتماد کی فضا کم ہے، اس لئے ایک فرد دوسرے سے مشورہ نہیں کرتا جس کے باعث اس لیول پر بھی علاج کا مثبت نتیجہ کم ہی سامنے آتا ہے۔

علاج کے صحیح ہونے کی ضمانت یہی ہے کہ جہاں شک ہو لوگ اپنے مریض کو کینسر سپیشلسٹ کے پاس لے جائیں۔ وہ اپنے ساتھیوں کے مشورے سے مریض کے علاج کا لائحہ عمل تیار کرے اور باہم مشورے سے علاج ہو، تو ہمارے نتائج یورپ اور امریکہ سے ہرگز کم نہ ہوں۔

صرف پانچ سی ڈیز (C.D) میں دو ہزار کتب

آپ جو ایک عظیم الشان کتب خانے کے مالک ہیں ان کتابوں کی دیکھ بھال کی طرف سے فکر مند رہتے ہی ہوں گے۔ اسی طرح اگر آپ کو ویڈیو پر فلمیں دیکھنے سے خصوصی دلچسپی ہے اور آپ اپنی، اپنے بچوں اور اہل خانہ کی تعلیم و تفریح اور معلومات کے لئے ویڈیو ڈسک قسم کی اشیاء بلکہ انٹرنیٹ تک استعمال کرتے ہیں (بے چارے

انسائیکلوپیڈیاز تو اپنے مٹاپے سمیت کہیں منہ چھپائے پڑی ہوں گی اور کچھ دن کی اور بات ہے۔) آپ کو اکثر یہ خیال آتا ہوگا کہ کاش کوئی ایسی صورت ہوتی کہ ان بھاری بھر کم کتب سے لے کر فلموں تک کو مختصر سے مختصر جگہ میں رکھا جاسکتا ہے۔

فلاپی اور اگلے مراحل پر سی ڈی اور سی ڈی میں بھی تیز ترین ماڈلز کی تیاری نے تو اب یہاں تک مسئلہ حل کر دیا ہے کہ آپ ایک سی ڈی پر ہزاروں کتب کا مواد محفوظ کر سکتے ہیں۔اسے یوں بھی کہیے کہ اگر آپ کے پاس دس ہزار کتب ہیں تو ایک ایسی سی ڈی پر جس میں دو ہزار کتب کا مواد محفوظ کرنے کی گنجائش ہو، صرف پانچ سی ڈیز پر تمام کا تمام کتب خانہ محفوظ کر سکتے ہیں اور ذرا تصور فرمائیے کہ ساری کی ساری الماریاں خالی پڑی ہیں اور آپ کی میز پر نصب کمپیوٹر کی میز کی نچلی دراز میں صرف پانچ عدد سی ڈیز سارے کتب خانے کو "گود لیئے" چپ چاپ دم سادھے بیٹھی ہیں اور اس سے آگے کیا ہوگا؟ آپ یقین کر سکتے ہیں. آپ اب وہ وقت آنے والا ہے کہ ایک انتہائی جسامت کے چپ پر یہ سب خزانہ سما جائے گا۔بلکہ آپ پورا جامعہ کراچی کا کتب خانہ بلکہ امریکن نیشنل کانگریس لائبریری، برٹش لائبریری اور ماسکو لائبریری تک اپنی جیب میں ڈالے پھریں گے۔

اسی طرح لاتعداد برقیاتی ایجادات ناقابل تصور حد تک مختصر ہو جائیں گی۔کیا یہ خیال و خواب کی باتیں ہیں؟

☆☆☆☆

............باغ تو سارا جانے ہے

پتا پتا، بوٹا بوٹا حال ہمارا جانے ہے
جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے
لگنے نہ دے بس ہو تو اس کے گوہر گوش کے بالے تک
اس کو فلک چشم مہ و خور کی تپلی کا تارا جانے ہے
آگے اس متکبر کے ہم خدا خدا کیا کرتے ہیں
کب موجود خدا کو وہ مغرور، خود آرا جانے ہے
عاشق سا تو سادہ کوئی اور نہ ہو گا دنیا میں
جی کے زیاں کو عشق میں اس کے اپنا وارا جانے ہے
چارہ گری بیماری دل کی رسم شہر حسن نہیں
ورنہ دلبر ناداں بھی اس داد کا چارا جانے ہے
کیا ہی شکار فریبی پر مغرور ہے وہ صیاد بچہ
طائر اڑتے ہوا میں سارے اپنی اسارا جانے ہے
مہر و وفا و لطف و عنایت ایک سے واقف ان میں نہیں
اور تو سب کچھ طنز و کنایہ رمز و اشارا جانے ہے
عاشق تو مردہ ہے ہمیشہ جی اٹھتا ہے دیکھے اسے
یار کے آجانے کو یکایک عمر دوبارا جانے ہے
کیا کیا فتنے سر پر اس کے لاتا ہے معشوق اپنا
جس بے دل بیتاب و تواں کو عشق کا مارا جانے ہے
رخنوں سے دیوار چمن کے منہ کو لے ہے چھپا یعنی
ان سوراخوں کے ٹک رہنے کو سو کا نظارا جانے ہے
تشنئہ خوں ہے اپنا کتنا میر بھی ناداں تلخی کش
دمدار آبِ تیغ کو اس کے آب گوارا جانے

(میر تقی میر)

فیلوشپ / سکالرشپ پروگرام

(مرسلہ: نظارت تعلیم صدر انجمن احمدیہ۔ ربوہ)

ہالینڈ کی حکومت ہالینڈ میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کیلئے چار مختلف سکالر شپ / فیلوشپ طلباء و طالبات کے لئے ہر سال آفر کرتی ہے۔ ان کے نام اس طرح سے ہیں۔

ریگولر فیلوشپ پروگرام (RFP)

سپیشل فیلوشپ پروگرام (SFP)

یونیورسٹی فیلوشپ پروگرام (UFP)

Jan-Tinbergen سکالرشپ پروگرام (TSP)

RFP اور SFP مختلف ماسٹرز پیشہ پروگرام کیلئے دیئے جاتے ہیں اور ان کو حاصل کرنے کیلئے متعلقہ فیلڈ میں "ONJOB" ہونا ضروری ہے۔

UFP ان کو دیا جاتا ہے جنہوں نے حال ہی میں 4 سالہ بیچلرز یا ماسٹرز مکمل کیا ہو۔

TSP طلبہ کو دیا جاتا ہے۔ جو طلبہ مندرجہ بالا کسی ایک پروگرام میں داخلہ کے خواہش مند ہوں ان کے لئے مندرجہ ذیل شرائط پر پورا اترنا ضروری ہے۔

۱۔ طالب علم کا تعلق کسی ترقی پذیر ملک سے ہو۔

۲۔ متعلقہ مضمون میں اچھا تعلیمی ریکارڈ ہو۔

۳۔ انگریزی زبان میں مہارت ہو۔ اس کے لئے TOEFL یا IELTS کلیئر کرنا لازمی ہو گا۔

۴۔ اس سے قبل ماضی قریب میں بیرون ملک اعلیٰ تعلیم کیلئے نہ گئے ہوں۔

مندرجہ بالا سکالرشپ / فیلوشپ کیلئے ہالینڈ کے سفارت خانہ یا مندرجہ ذیل پتہ پر لکھ کر تفصیلی معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں۔

NUFFIC

P.O.Box 29777

2502LT, The Hague

The NetherLand

Web: http://www.nuffic.nl

مندرجہ بالا فیلوشپ ان مضامین کیلئے دیئے جاتے ہیں۔

ایگریکلچر کے متعلقہ مضامین، مینجمنٹ بزنس، میڈیسن، ملٹی میڈیا و کمیونیکیشن، سائنس و ٹیکنالوجی، کلچرل و سوشل سائنس، ایجوکیشن، فائن آرٹس، لاء

دسمبر 1999ء صفحہ 21 پر مکرم سید محمود احمد شاہ صاحب کی نظم کا ایک شعر چھپا ہے۔

آپ سے ملتا نہیں ہے ڈھونڈیئے لیکر چراغ
بادشاہی ہر جگہ پہ ہم نے جانی آپکی

اس کو اس طرح پڑھا جائے۔

آپ سا ملتا نہیں ہے، ڈھونڈیئے لیکر چراغ
بادشاہی ہر جگہ پہ ہم نے جانی آپ کی

قسط دوم

فاتح عراق حضرت سعدؓ

(تحریر فرید احمد نوید صاحب)

عظیم فتوحات ایرانی حکومت جو اس زمانے میں ایک سپرپاور کے طور پر سمجھی جاتی تھی ابتداء سے ہی اسلام کی مخالفت پر کمربستہ رہی۔ اس مخالفت میں کچھ ہاتھ تو یہودیوں کا تھا جو حضور ﷺ کے خلاف ایران کے بادشاہ کسریٰ کے کان بھرا کرتے تھے اور کچھ سیاسی تقاضوں کے ماتحت یہ حکومت مسلمانوں کے خلاف سرگرم تھی۔ کسریٰ ہی وہ بدبخت بادشاہ تھا جس نے اپنے گورنر کو حضور اکرم ﷺ کی گرفتاری کا حکم دیا تھا جس کی سزا کے طور پر خدا تعالیٰ کی قدرت نے عجیب رنگ دکھایا کہ اس ظالم انسان کو اس کے اپنے ہی بیٹے نے قتل کر دیا اور اس کے سب ظالمانہ قانون منسوخ کر دیئے۔ مدائن اس مملکت کا دارالحکومت تھا اور اس کے بارے میں جنگ خندق کے موقعہ پر آنحضرت ﷺ یہ پیشگوئی فرما چکے تھے کہ مجھے مدائن کے سفید محلات گرتے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں۔ یہ پیشگوئی پوری ہوئی اور اس کام کیلئے خدا تعالیٰ نے اپنے اس بندے کو چنا جس کا نام سعدؓ بن ابی وقاص تھا۔

آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد خلافت راشدہ کے زمانے میں جب اسلام کو پے در پے فتوحات نصیب ہوئیں اور اسلامی مملکت وسیع سے وسیع تر ہوتی چلی گئی تو یہ بات ایرانی حکومت کو ایک آنکھ نہ بھائی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں عراق کی طرف مہمات کا آغاز ہو چکا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں از سرنو اس مہم کو زندہ کیا گیا کیونکہ ایرانی حکومت مسلمانوں کی فتوحات سے خائف ہو کر مسلمانوں کے مفتوحہ علاقوں میں پوشیدہ طور پر بغاوت کو ہوا دے رہی تھی۔ ایرانی اس بات سے تو خوفزدہ تھے کہ میدان جنگ میں اسلامی لشکر کے سامنے آئیں لیکن سیاسی طور پر باغیوں کو شہ دے کر اور ان کی مدد کر کے وہ عراق اور اس سے ملحقہ علاقوں میں فتنہ پھیلا رہے تھے۔ عراق بھی اس وقت عظیم سلطنت کسریٰ کا ہی ایک حصہ تھا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان فتنوں کے قلع قمع کیلئے دلیر اور شجاع سعدؓ بن ابی وقاص کو چنا اور آپ کو لشکر دے کر ان علاقوں کی طرف روانہ کیا۔

ایران کا بادشاہ اس وقت یزدگرد نامی ایک پرجوش نوجوان تھا جسے خاص طور پر مسلمانوں سے مقابلے کیلئے بادشاہ منتخب کیا گیا تھا۔ اس سے پہلے پوران دخت نامی ایک ملکہ ایران پر حکمرانی کر رہی تھی لیکن جب ایرانیوں کو پے در پے شکستوں کا سامنا کرنا پڑا تو انہوں نے ملکہ کو معزول کر کے یزدگرد کو بادشاہ بنا لیا جس کی جوشیلی طبیعت کی بناء پر خیال تھا کہ یہ مسلمانوں کی یلغار کو روکنے میں کامیاب ہو جائے۔

دوسری طرف حضرت سعدؓ بن ابی وقاص بیس ہزار

جانثاروں کے ساتھ منزلوں پر منزلیں مارتے تیزی سے عراق کی طرف بڑھ رہے تھے جہاں ایرانی افواج کے ساتھ فیصلہ کن مقابلہ ہونے والا تھا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے لشکر میں غزوہ بدر میں لڑنے والے ستر صحابہ اور بیعت رضوان کے موقعہ پر موجود تین سو صحابہ بھی موجود تھے جو رسول اکرم ﷺ کی زندگی میں بہت سے غزوات میں داد شجاعت دے چکے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تجارت کے سلسلے میں عراق آتے جاتے رہے تھے اس لئے عراق کے نقشے اور جغرافیائی حالات سے پوری طرح آگاہ تھے۔ آپ نے لشکر روانہ کرتے ہوئے بھی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو بہت سی قیمتی نصائح کی تھیں اور ساتھ ہی یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ ہر منزل اور ہر مرحلے کا تفصیلی نقشہ تیار کر کے دارالخلافہ بھجواتے رہیں۔ چنانچہ جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنی پہلی منزل شراف کا نقشہ تیار کر کے بھجوایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بہت تفصیل کے ساتھ اس کے متعلق ہدایات ارسال کیں۔ (طبری جلد ۴)

شراف سے اگلی منزل قادسیہ تھی جہاں پہلا معرکہ متوقع تھا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے قادسیہ کا نقشہ بھی ارسال کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے پیغام موصول ہوا کہ یہاں رک کر اسلامی سفیروں کو ایرانی دربار میں بھجوائیں تا کہ وہ اسلام کا پیغام پہنچا کر گفت و شنید کر سکیں۔ یہ گفتگو اس لئے بھی ضروری تھی کہ اگر ایرانی حکومت اپنی فتنہ پردازیوں سے باز آ جاتی تو شاید جنگ کی ضرورت باقی نہ رہتی اور پر سکون ماحول میں بات چیت کے ذریعے مسائل حل کر لئے جاتے۔ اس حکم کی تعمیل میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے یزدگرد کے جرنیل رستم کی طرف ایک وفد بھجوایا تا کہ اسے بات چیت پر آمادہ کر سکیں۔ رستم جو کہ ایک تجربہ کار جرنیل تھا لاکھوں کی تعداد میں ایرانی افواج لیکر مسلمانوں کے مقابلے کیلئے نکلا تھا۔ لیکن تجربے اور مشاہدے کی بناء پر وہ جانتا تھا کہ مسلمان جنگوں میں کیسی بے جگری سے لڑتے ہیں۔ اسی وجہ سے وہ یزدگرد کے واضح احکامات کو ٹالتا ہوا ابھی تک جنگ سے بچنے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن جب مسلمان سفیر اس کے پاس پہنچے اور گفتگو شروع ہوئی تو دوران گفتگو مسلمانوں کی پیش قدمیوں پر اس نے برہمی کا اظہار کیا۔ نہایت حقارت سے اس نے اسلام کے ان سادہ سے سفیروں کو دیکھا۔ اپنے ٹھاٹھ باٹھ پر ایک نگاہ ڈالی اور بولا غالباً تم لوگ معاشی تنگ دستی اور پریشان حالی کی وجہ سے جنگ کرنے نکلے ہو۔ ہم ایرانی حکومت کی طرف سے تمہیں اتنا کچھ دے دیں گے کہ تم پیٹ بھر کر کھا سکو۔ نیز اس کے علاوہ بھی اگر تمہاری کچھ خواہشیں ہوں تو بیان کر دو ہم ان پر بھی غور کر لیں گے۔ اصل میں اس وقت کے یہ جرنیل اس بات کو قبول کرنے کیلئے ہی تیار نہ تھے کہ عرب کی اسلامی حکومت کی بھی کوئی حقیقت ہے۔ وہ ان لوگوں کو ایک حکومت کے طور پر قبول کرنے کیلئے تیار ہی نہ تھے۔ لیکن جب اس تحقیر آمیز بات کے جواب میں مسلمان سفیر نے بڑی عظمت کے ساتھ ایک عظیم مملکت کے سفیر کے طور پر یہ کہا کہ ہم لوٹ مار کرنے اور پیٹ بھرنے کیلئے نہیں نکلے بلکہ تمہاری یہ حکومت جس پر تم لوگ نازاں ہو اس کا غرور توڑنے کیلئے آئے ہیں تو رستم نے ایک مرتبہ پھر حقارت کے ساتھ ان لوگوں کی طرف دیکھا تھوڑی سی مٹی منگوا کر مسلمان سفیر کے سامنے رکھ دی۔ اور بولا تم ہمارے ملک پر قبضہ کرنے کیلئے نکلے ہو۔ یہ مٹی اٹھاؤ اور یہاں سے چلتے بنو کیونکہ اس زمین میں سے تمہارا اتنا ہی حصہ ہے۔ رستم نے تو یہ بات حقارت سے کہی تھی لیکن ذہین سفیر عمرو بن معدی کرب نے اس بات کو فوراً اس پر الٹا دیا۔ آپ نے اٹھ کر یہ مٹی وصول کی اور اپنے ساتھیوں سے کہا لو بھئی! یہ تو بہت ہی اچھی بات ہے کہ رستم نے خود اپنی زمین کی مٹی ہمارے حوالے کر دی ہے۔ یہ ایک نیک فال ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ زمین ضرور ہمیں ملے گی۔ رستم یہ بات سن کر ششدر رہ گیا کیونکہ اس نے تو یہ حرکت سفیروں کی تحقیر کیلئے کی تھی مگر اب عمرو کے جواب

نے اسے دہلا کر رکھ دیا تھا اور اس نے پوری طاقت کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔

رستم کے ساتھ گفت و شنید کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم کی روشنی میں مسلمان سفیر یزدگرد کے دربار میں بھی حاضر ہوئے لیکن یزدگرد کی جوشیلی طبیعت کوئی بات سننے کو تیار ہی نہ تھی۔ اس نے سفیروں کو مخاطب کر کے نہایت غضبناک لہجے میں کہا کہ اگر سفیروں کو قتل کرنا جائز ہوتا تو میں تم سب کو قتل کروا دیتا۔ نیز اس نے رستم کو بھی سخت تنبیہہ کی کہ کیوں اس نے ان مسلمان سفیروں کو اس کے دربار تک آنے دیا۔ یزدگرد کے اس رویئے نے گفتگو کے تمام دروازے بند کر دیئے تھے اور اب فیصلہ میدان جنگ میں ہی ہونا تھا جس کے لئے قادسیہ کا میدان منتظر تھا۔

جنگ قادسیہ

یہ ۱۶ ہجری کا واقعہ ہے جب قادسیہ میں دونوں طرف کی افواج صف بستہ ہو چکی تھیں۔ مسلمانوں کی تعداد ایرانی لشکر کے مقابل پر بہت ہی کم تھی یوں قادسیہ کے میدان میں ہر طرف ایرانی افواج کا ایک موجیں مارتا ہوا سمندر نظر آ رہا تھا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے بڑی حکمت عملی کے ساتھ اسلامی لشکر کو ترتیب دی۔ دوپہر کے قریب جنگ کا آغاز ہو گیا اور گھمسان کا رن پڑا۔ جسم کٹنے لگے اور تلواریں انسانی خون سے اپنی پیاس بجھانے لگیں۔ رات گئے تک یہ معرکہ جاری رہا لیکن کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔ تین لاکھ کے قریب ایرانی لشکر جو اپنی طاقت کے بل بوتے پر یہ گمان کر رہا تھا کہ وہ چند ہی لمحوں میں اپنے سے دس گنا کم اسلامی لشکر کو نیست و نابود کر دے گا۔ پہلے دن کے معرکے کے بعد بہت کچھ سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا۔

دوسرے دن پھر لڑائی شروع ہوئی تو دونوں لشکر پہلے سے زیادہ دلیری کے ساتھ ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے۔ ابھی جنگ شروع ہوئے کچھ دیر ہی ہوئی تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے مسلمان لشکر کی مدد کیلئے بھجوائی گئی تازہ دم فوج بھی پہنچ گئی۔ یہ کمک جہاں مجاہدین کیلئے بے انتہا تقویت کا باعث ہوئی وہیں ایرانی لشکر کے حوصلے پست کرنے کا موجب بھی بن گئی کیونکہ یوں تازہ دم فوج کا آنا نفسیاتی اعتبار سے ان کے لئے بہت پریشانی کا باعث تھا۔ بہرحال اس دوسرے روز بھی شدید جنگ ہوئی اور رات تک تقریباً دس ہزار ایرانی سپاہی مارے گئے۔ مجاہدین میں سے بھی قریباً دو ہزار مجاہد خدا کی راہ میں قربان ہوئے اور جنگ اگلے دن تک موخر ہو گئی۔

تیسرے دن ایرانیوں نے ایک عجیب جنگی حکمت عملی کا مظاہرہ کیا جو مسلمانوں کیلئے بہت تکلیف کا باعث بنی اور وہ یہ کہ انہوں نے اپنے لشکر کے آگے دیو ہیکل ہاتھی چلا دیئے جنہیں ان کے مہاوت بڑی مہارت سے مسلمان لشکر پر چڑھاتے لاتے تھے۔ یہ جانور عرب مجاہدین کیلئے مقابلے کے اعتبار سے بالکل نیا تھا اس لئے ابتداء میں بہت نقصان دہ ثابت ہوا لیکن پھر مسلمانوں نے سنبھل کر ان ہاتھیوں پر اپنے نیزوں سے حملے شروع کئے۔ بے جگری کے ساتھ لڑنے والے مسلمان مجاہد اپنے نیزے تاک تاک کر ان ہاتھیوں کی آنکھوں میں مار رہے تھے جس کی وجہ سے یہ ہاتھی بیکار ہو کر اپنے ہی لشکر کیلئے مصیبت کا باعث بن گئے۔ اسی بھگدڑ میں اسلامی لشکر نے ایرانیوں پر بھرپور حملہ کیا اور زبردست معرکہ شروع ہو گیا۔ پورا دن لڑائی چلتی رہی لیکن اس کی شدت میں کمی واقع نہ ہوئی۔ رات بھی آ گئی لیکن جنگ تھی کہ رکنے کا نام ہی نہ لے رہی تھی۔ یوں پوری رات بھی گزر گئی لیکن فیصلہ نہ ہو سکا اور متواتر لڑتے ہوئے چوتھے روز دوپہر کو جنگ کا پانسہ مسلمانوں کے حق میں پلٹ گیا۔ رستم نے مقابلہ کرنے کی بہت کوشش کی لیکن دلیر مجاہدوں کے سامنے اس کے ایرانی سپاہی ٹکنے کا نام ہی نہ لے رہے تھے اور ایک ایک کر کے راہ فرار اختیار کرتے جا رہے تھے۔ رستم بھی دلیری کے ساتھ لڑا لیکن بالآخر شدید زخمی ہو کر فرار ہونے کیلئے بھاگ اٹھا۔ ایک مسلمان نے جو رستم کو پہچانتا تھا یہ حال دیکھا تو تعاقب کر کے رستم کو مار گرایا اور اس کے قتل ہوتے ہی ایرانی افواج نے میدان جنگ سے پسپائی اختیار کر لی۔ جب بعد میں گنتی کی گئی

تو اس معرکے میں ۲۰ ہزار ایرانی سپاہی قتل ہوئے تھے۔ قادسیہ کا معرکہ بہت ہی اہم معرکہ ثابت ہوا جس کے نتیجے میں ایرانیوں کی کمر ٹوٹ گئی۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ خدا کے اس فضل پر بہت خوش تھے کہ اس نے آپ کی قیادت میں اسلامی لشکر کو ایک عظیم فتح سے ہمکنار کیا آپ نے اس کی حمد و ثناء کے گیت گاتے ہوئے خلیفہ وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس فتح کی خبر بھجوائی جس کا آپ کو شدت سے انتظار تھا۔ (طبری جلد ۵)

مزید معرکے

قادسیہ میں انتظام و انصرام کرتے ہوئے سعد رضی اللہ عنہ کو قریباً دو ماہ لگ گئے اور اس عرصے میں ایرانی لشکر بابل نامی مقام پر اکٹھا ہو چکا تھا۔ مسلمان لشکر آگے بڑھا تو بابل میں ایک مرتبہ پھر ایرانیوں نے راستہ روکنے کی کوشش کی لیکن کمزور ہمت ایرانی سپاہ اس طوفان کو روکنے میں ناکام رہیں اور ایک مرتبہ پھر بہت بری طرح شکست سے ہمکنار ہوئیں۔ مسلمان مجاہدین علاقوں پر علاقے فتح کرتے ہوئے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایران کے پایہ تخت مدائن کے قریب پہنچ گئے۔ اب اسلامی فوج اور کسریٰ کے سفید محلات کے درمیان صرف دریائے دجلہ حائل تھا۔ ایرانی دریا کی دوسری جانب سے ان نڈر اور دلیر مجاہدوں کو دیکھ رہے تھے جو ان کی ہر ایک طاقت کو روندتے ہوئے ان کے دارالحکومت تک پہنچ گئے تھے۔ مدائن کو یلغار سے بچانے کیلئے ایرانیوں نے دریا پر قائم تمام پل توڑ دیئے تھے تاکہ مسلمان دریا پار نہ کر سکیں لیکن حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنی خداداد فراست کی بناء پر دریا میں ایک ایسا مقام تلاش کر لیا جہاں پانی نسبتاً بہت کم تھا اور گھوڑوں کے ذریعے دریا پار کیا جا سکتا تھا۔ آپ نے اپنے ساتھیوں کو دریا پار کرنے کا حکم دیا اور سب سے آگے اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا۔ لشکر نے جب اپنے دلیر قائد کو دریا میں اترتے دیکھا تو بے دریغ آگے بڑھے اور نعرہ ہائے تکبیر بلند کرتے ہوئے دریا پار کر گئے۔ ایرانی یہ منظر دیکھ کر ششدر رہ گئے اور یہ کہتے ہوئے بھاگ اٹھے کہ "دیوان آمدند دیوان آمدند" یعنی دیو آگئے دیو آگئے چند ایک دستوں نے معمولی سی مزاحمت کی لیکن مقابلہ نہ کر سکے اور کچھ ہی دیر میں مدائن پر مسلمانوں کا قبضہ ہو چکا تھا۔ عراق تسخیر ہو گیا تھا اور کسریٰ کا جانشین یزدگرد مدائن چھوڑ کر فرار ہو چکا تھا۔

فاتح سعد رضی اللہ عنہ

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص ایک فاتح سپہ سالار کی حیثیت سے مدائن میں داخل ہوئے۔ جمعہ کا دن قریب تھا چنانچہ کسریٰ کے محل میں اس کے تخت کے قریب منبر نصب کر کے مسلمانوں نے نماز جمعہ ادا کی۔ اور خدا کے احسانات پر اس کا شکر ادا کیا۔ اس کسریٰ کا ملک جس نے جوش اور تکبر میں آکر آنحضور ؐ کے تبلیغی خط کے ٹکڑے کروا دیئے تھے' آج ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اس کے جانشینوں کے ہاتھوں سے نکل چکا تھا اور باقی ماندہ سرزمین بھی آنے والے وقتوں میں ان سے چھین لی جانے والی تھی۔ کیا ہی سچ ہے کہ:

جو خدا کا ہے اسے للکارنا اچھا نہیں
ہاتھ شیروں پر نہ ڈال اے روبہ زار و نزار

حضرت سعد رضی اللہ عنہ ایرانی سپاہ کا پیچھا کرتے ہوئے آگے بڑھنا چاہتے تھے لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فی الوقت اس بات کی اجازت نہ دی اور فرمایا کہ ابھی مدائن میں رک کر تمام مفتوحہ علاقوں میں نظم و نسق کی طرف توجہ دیں چنانچہ آپ نے بڑی خوبی کے ساتھ ان علاقوں میں حکومت کو مستحکم کیا اور عوام کی بھلائی اور سہولت کے ایسے اقدامات کئے جن کے نتیجے میں اسلامی حکومت کو مقبولیت اور محبت حاصل ہوئی۔ انہی ایام میں آپ نے اسلامی سپاہ کے قیام کیلئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اجازت سے ایک نیا شہر تعمیر کروایا جس کا نام کوفہ رکھا گیا اور اس چھاؤنی میں ایک لاکھ سپاہی بسائے گئے۔

مرکز کی طرف واپسی

اس تمام انتظام و انصرام سے فارغ ہو کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو مدینہ واپس بلوا لیا اور آپ فاتح عراق کی حیثیت سے مرکز واپس

آ گئے۔ جس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے تمام دور میں آپ مدینہ میں ہی رہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے ابتدائی تین سال میں آپ ایک مرتبہ پھر والی کوفہ مقرر کئے گئے اور تین سال تک یہ خدمات انجام دینے کے بعد واپس مرکز آ گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ نے گوشہ نشینی اختیار کر لی اور سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لینا بند کر دیا۔

وفات سے قبل آپ اپنے خدا سے بہت پر امید تھے۔ ایک نفس مطمئنہ کے طور پر آپ اس جہان سے رخصت ہو رہے تھے۔ لیکن آپ کے اہل خانہ کو اس وقت بڑی حیرت ہوئی جب وفات سے کچھ عرصہ قبل آپ نے اپنا ایک پرانا جبہ نکالا جسے آپ نے بڑی احتیاط سے سنبھال کر رکھا ہوا تھا۔ پھر گھر والوں سے کہا کہ میرے مرنے کے بعد مجھے یہ لباس کفن کے طور پر اوڑھا دینا کیونکہ یہ وہ لباس ہے جسے پہن کر میں نے بدر کی جنگ میں حصہ لیا تھا۔ اور اس وقت سے آج تک اسی غرض کیلئے سنبھال کر رکھا تھا۔ (اسد الغابہ جلد ۲)

آپ کی یہ خواہش پوری کی گئی اور آپ کو اسی لباس کا کفن پہنا کر مدینہ میں دفن کر دیا گیا۔ لیکن آپ کی اس خواہش نے یہ معمہ بھی حل کر دیا کہ جنگ بدر میں شامل ہونے والے ۳۱۳ مجاہدین نے ایک ہزار کفار کو کیسے شکست دے دی تھی۔ وہ یہی جذبہ تھا کہ یہ مجاہد خدا کی راہ میں کفن باندھ کر نکلے تھے۔ اور آپ کا آخری عمل اسی نیت کی یاد دلا رہا تھا۔ وہ سعد رضی اللہ عنہ جو بدر کے روز یہ خیال لے کر نکلے تھے کہ شہادت کا جام نوش کریں گے ان کی یہ خواہش اس وقت تو پوری نہ ہوئی لیکن بہت سال بعد جب آپ کی وفات کا وقت نزدیک آیا تو اسی لباس کو نکال کر آپ نے اسی عزم کی یاد کو تازہ کر دیا۔ مدینہ کی فضائیں آج ایک مرتبہ پھر بہت بوجھل اور بہت سوگوار تھیں۔

مدینہ کے لوگوں نے بڑی محبت کے ساتھ وقت کے اس عظیم انسان کو رخصت کیا جو رسول خدا ﷺ کے ساتھیوں میں سے ایک بہت ہی پیارا ساتھی تھا۔

اعلان نکاح

مکرم اسد اللہ غالب صاحب مربی سلسلہ ابن مکرم عنایت اللہ صاحب خالد دار العلوم شرقی ربوہ کا نکاح ہمراہ عزیزہ نگہت پروین صاحبہ بنت مکرم مرزا محمد اقبال صاحب (مرحوم) دار الیمن شرقی سے مبلغ 36 ہزار روپے حق مہر پر مورخہ 7 نومبر 1999ء بروز اتوار مکرم مبشر احمد صاحب مربی سلسلہ نے پڑھا۔ اسی دن تقریب رخصتانہ عمل میں آئی۔ مورخہ 8 نومبر 1999ء بروز سوموار دعوت ولیمہ کا انعقاد ہوا جس میں مکرم حافظ مظفر احمد صاحب ایڈیشنل ناظر دعوت الی اللہ نے دعا کروائی۔

مکرم اسد اللہ غالب صاحب حدیث میں تخصص کر رہے ہیں اور جامعہ میں پڑھا رہے ہیں۔ اس کے علاوہ معاون صدر اور نائب ایڈیٹر خالد کی ذمہ داریاں بھی بجالا رہے ہیں۔ ادارہ اس تقریب پر مبارکباد پیش کرتا ہے اور احباب جماعت سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس رشتہ کو دونوں خاندانوں کیلئے باعث برکت بنائے۔ آمین (ادارہ)

اعلان نکاح

مکرم نصیب احمد بٹ صاحب مربی سلسلہ ابن مکرم محمد حنیف بٹ صاحب 219 نعمت آباد فیصل آباد کے نکاح کا اعلان ہمراہ عزیزہ راضیہ بٹ صاحبہ بنت مکرم ضیاء الدین بٹ صاحب آف ٹاؤن شپ لاہور بیس ہزار روپے حق مہر پر بیت النور ماڈل ٹاؤن لاہور میں مکرم محمد اقبال عابد صاحب مربی سلسلہ نے کیا۔

مکرم نصیب احمد بٹ صاحب موازنہ مذاہب میں تخصص کر رہے ہیں اور آجکل جامعہ احمدیہ میں پڑھا رہے ہیں۔ ادارہ خالد انہیں مبارکباد پیش کرتا ہے۔ احباب دعا کریں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس رشتہ کو ہر لحاظ سے دونوں خاندانوں کیلئے باعث برکت اور ثمر ثمرات حسنہ بنائے۔ (آمین)

اعلیٰ اور خالص مٹھائیوں کا مرکز

گجر سویٹ ہاؤس

اینڈ

ڈرنک کارنر

پروپرائٹر: اشفاق احمد

احمد پور سیال موڑ (کشمیر چوک)

ضلع جھنگ

"قارئین کی خدمت میں عید مبارک"

یادگار جوس کارنر

تازہ جوس 'انار 'گاجر 'ملک شیک

اور تازہ پھل بھی دستیاب ہیں۔

پروپرائٹر:۔ لطیف احمد

چوک بلڈ بینک یادگار روڈ۔ ربوہ

گلشن بیکرز اینڈ جنرل سٹور

تازہ ڈبل روٹی، سپیشل رس 'بسکٹ ' سپیشل پیسٹری 'پیزہ 'کریم رول 'انڈے اور تازہ دودھ ہر وقت دستیاب ہے۔

نیز نمکو 'باقر خانی ' پیٹیز اور جنرل سٹور کی تمام اشیاء دستیاب ہیں۔

پروپرائٹرز:۔ الحاج شبیر احمد۔ طارق محمود

گلشن بیکرز نزد ایوان محمود ربوہ۔ فون نمبر 823-04524

شعرائے احمدیت

رشید قیصرانی

تاریخ پیدائش : ۱۳ دسمبر ۱۹۳۰ء

آبائی جگہ : شیر گڑھ۔ کوٹ قیصرانی (ڈیرہ غازیخان)

ابتدائی تعلیم : تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان سے ۴۵ء میں میٹرک کیا۔ تعلیم الاسلام کالج ربوہ سے ۵۰ء میں بی اے کیا۔ ۵۳ء میں ائیر فورس میں کمیشن ملا اور ونگ کمانڈر کی حیثیت سے ۸۰ء میں سرکاری ملازمت ترک کی۔

کچھ عرصہ ملازمت کی۔ پاکستان نیشنل کونسل آف آرٹس کے سیکریٹری رہے۔ ٹی آئی کالج کے رسالے "المنار" کے پہلے ایڈیٹر کے طور پر کام کیا۔ روزنامہ مسلم اور دیگر مقامی اخبارات ورسائل میں بھی کالم لکھتے ہیں۔

ادبی خدمات : آپ کے مجموعہ کلام پر ابھی تک تین کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ صدیوں کا سفر تھا، فصیل لب، نین جزیرے، حمدیہ شاعری (زیر طبع)

Monthly Khalid Rabwah

Regd. No . CPL - 139 Editor. Sayyed Mubashir Ahmad Ayaz January 2000

تہجد پڑھنے کی عادت ڈالیں

سو فیصدی نوجوان نماز تہجد کے عادی ہوں، جس سے سمجھا جائے گا کہ دینی روح ہمارے نوجوانوں میں پیدا ہوگئی ہے

۲۳ احسان (جون) کے خطبہ میں حضرت مصلح موعود نے خدام کو اپنی اصلاح کرنے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:-

"قومی زندگی کے لئے یہ امر نہایت ضروری ہے کہ قوم کے نوجوان پہلے سے بہتر ہوں۔ پس اس کے لئے میں خدام کو بھی توجہ دلاتا ہوں کہ وہ نوجوانوں میں ذکر الٰہی، نمازوں کو پابندی اور عمدگی کے ساتھ ادا کرنے اور تہجد پڑھنے کی عادت ڈالیں۔۔۔۔ خدام کا فرض ہے کہ کوشش کریں سو فیصدی نوجوان نماز تہجد کے عادی ہوں۔ یہ ان کا اصل کام ہوگا جس سے سمجھا جائے گا کہ دینی روح ہمارے نوجوانوں میں پیدا ہوگئی ہے۔ قرآن کریم نے تہجد کے بارے میں اشدّ وطأ فرمایا ہے۔ یعنی یہ نفس کو مارنے کا بڑا کارگر حربہ ہے۔ پس خدام الاحمدیہ کو دیکھنا چاہئے کہ کتنے نوجوان باقاعدہ تہجد گزار ہیں اور کتنے بے قاعدہ ہیں۔ باقاعدہ تہجد گزار وہ سمجھے جائیں جو سو فیصدی تہجد ادا کریں۔ سوائے اس کے کہ کبھی بیمار ہوں یا رات کو کسی وجہ سے دیر سے سوئیں یا سفر سے واپس آئے ہوں۔ اور صبح اٹھ نہ سکیں اور بے قاعدہ وہ سمجھے جائیں جو ہفتہ میں ایک دو دفعہ ہی ادا کریں۔

باقاعدہ تہجد پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ سو فیصدی تہجد گزار ہوں الا ماشاء اللہ سوائے ایسی کسی صورت کے کہ وہ مجبوری کی وجہ سے ادا نہ کر سکیں اور خدا تعالیٰ کے حضور ایسے معذور ہوں کہ اگر فرض نماز بھی جماعت کے ساتھ ادا نہ کر سکیں تو قابل معافی ہوں۔ اگر یہ بات سارے کے سارے نوجوانوں میں پیدا ہو جائے تو ان میں ایسا ملکہ پیدا ہو جائے گا کہ وہ دین کی باتوں کو سیکھ سکیں گے اور اگر یہ نہیں تو باقی صرف مشق ہی رہ جاتی ہے جو انگریز، جرمن اور امریکن بھی کرتے ہیں۔ بلکہ وہ ہمارے نوجوانوں کی نسبت زیادہ کرتے ہیں۔"

(الفضل، قادیان ۷ جولائی ۱۹۴۴ء۔ بحوالہ تاریخ مجلس خدام الاحمدیہ، جلد اول صفحہ ۴۵۰-۴۵۲)